لاہور

ہفت روزہ

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

48

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

مسلسل اشاعت کا
32واں سال

تنظیم اسلامی کا ترجمان

5 تا 11 جمادی الثانی 1445ھ / 19 تا 25 دسمبر 2023ء

حسن وزیبائی کی بخشش ونعمت

ہم زندگی کی بناوٹی اور خودساختہ آسائشوں میں اس درجہ مُنہمک ہوگئے ہیں کہ ہمیں قدرتی راحتوں پر غور کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا، اور بسا اوقات تو ہم اُن کی قدروقیمت کے اعتراف سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔ لیکن اگر چند لمحوں کے لیے اپنے آپ کو اس غفلت سے بیدار کر لیں تو معلوم ہو جائے گا کہ کائناتِ ہستی کا حسن و جمال فطرت کی ایک عظیم اور بے پایاں بخشش ہے، اور اگر یہ نہ ہوتی یا ہم میں اس کا احساس نہ ہوتا، تو زندگی، زندگی نہ ہوتی، نہیں معلوم کیا چیز ہوتی۔ ممکن ہے موت کی بدحالیوں کا ایک تسلسل ہوتا!

ایک لمحہ کے لیے تصور کیجیے کہ دنیا موجود ہے، مگر حسن وزیبائی کے تمام جلووں اور احساسات سے خالی ہے۔ آسمان ہے مگر فضا کی یہ نگاہ پرور نیلگونی نہیں ہے۔ ستارے ہیں مگر اُن کی درخشندگی و جہاں تابی کی یہ جلوہ آرائی نہیں ہے۔ درخت ہیں مگر بغیر سبزی کے۔ پھول ہیں مگر بغیر رنگ و بُو کے۔ اشیاء کا اعتدال، اجسام کا تناسب، صداؤں کا ترنم، روشنی ورنگت کی بُوقلمونی، ان میں سے کوئی چیز بھی وجود نہیں رکھتی یا یوں کہا جائے کہ ہم میں ان کا احساس نہیں ہے۔ غور کریں، ایک ایسی دُنیا کے ساتھ زندگی کا تصور کتنا بھیانک اور ہولناک منظر پیش کرتا ہے؟ ایسی زندگی، جس میں نہ تو حسن کا احساس ہو، نہ حسن کی جلوہ آرائی، نہ نگاہ کے لیے سرور ہو، نہ سامعہ کے لیے حلاوت، نہ جذبات کی رقت ہو، نہ محسوسات کی لطافت، یقیناً عذاب وجانکاہی کی ایک ایسی حالت ہوتی، جس کا تصور بھی ہمارے لیے ناقابلِ برداشت ہے!

لیکن جس قدرت نے ہمیں زندگی دی، اُس نے یہ بھی ضروری سمجھا کہ زندگی کی سب سے بڑی نعمت یعنی حسن وزیبائی کی بخشش سے بھی مالا مال کر دے۔ اُس نے ایک ہاتھ سے ہمیں حسن کا احساس دیا، دوسرے ہاتھ سے تمام دُنیا کو جلوۂ حسن بنا دیا۔ یہی حقیقت ہے جو ہمیں رحمت کی موجودگی کا یقین دلاتی ہے۔ اگر پردۂ ہستی کے پیچھے صرف خالقیت ہی ہوتی، رحمت نہ ہوتی۔ یعنی پیدا کرنے یا پیدا ہو جانے کی قوت ہوتی، مگر افادہ وفیضان کا ارادہ نہ ہوتا، تو یقیناً کائناتِ ہستی میں فطرت کے فضل و احسان کا یہ عالمگیر مظاہرہ بھی نہ ہوتا!

خُدا کی ہستی
مولانا ابوالکلام آزاد

اس شمارے میں

ہندو اور ہندوستان

امت مسلمہ کے لیے سہ نکاتی لائحۂ عمل

غزہ کی پکار

غزہ: جنگ بندی کے بعد کی صورت حال

تھرتھراتا ہے جہانِ چارسوے......

مہمان زحمت نہیں، رحمت ہے!

قرآن اہل ایمان کے لیے ہدایت اور رحمت ہے

سُورۃُ النَّمل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 76 تا 79

اِنَّ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اَکۡثَرَ الَّذِیۡ ہُمۡ فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۷۶﴾
وَ اِنَّہٗ لَہُدًی وَّ رَحۡمَۃٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۷۷﴾ اِنَّ رَبَّکَ یَقۡضِیۡ بَیۡنَہُمۡ بِحُکۡمِہٖ ۚ وَ ہُوَ
الۡعَزِیۡزُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۷۸﴾ فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّکَ عَلَی الۡحَقِّ الۡمُبِیۡنِ ﴿۷۹﴾

آیت ۷۶: ﴿اِنَّ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اَکۡثَرَ الَّذِیۡ ہُمۡ فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۷۶﴾﴾ ’’یقیناً یہ قرآن کھول کر بیان کر رہا ہے بنی اسرائیل پر اکثر وہ باتیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔‘‘

تورات کا نزول قرآن سے دو ہزار سال پہلے ہوا تھا۔ اصل کتاب مدتوں پہلے گم ہو چکی تھی‘ پھر ایک عرصے بعد اسے یادداشتوں کی مدد سے دوبارہ مرتّب کیا گیا اور بنی اسرائیل نے اپنی من پسند روایات کے ذریعے سے بہت سی غلط باتیں اللہ تعالیٰ سے منسوب کر دیں۔ جیسے اقبال نے کہا ہے: ع ’’یہ اُمّت روایات میں کھو گئی!‘‘ بہر حال قرآن نے ہر چیز کو کھول کر بیان کر دیا اور حقیقت ہر پہلو سے منکشف ہو گئی۔

آیت ۷۷: ﴿وَ اِنَّہٗ لَہُدًی وَّ رَحۡمَۃٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۷۷﴾﴾ ’’اور یقیناً یہ (قرآن) ہدایت اور رحمت ہے اہل ایمان کے حق میں۔‘‘

آیت ۷۸: ﴿اِنَّ رَبَّکَ یَقۡضِیۡ بَیۡنَہُمۡ بِحُکۡمِہٖ ۚ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۷۸﴾﴾ ’’یقیناً آپؐ کا رب فیصلہ کر دے گا ان کے درمیان اپنے حکم سے۔ اور وہ زبردست ہے‘ سب کچھ جاننے والا۔‘‘

آیت ۷۹: ﴿فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّکَ عَلَی الۡحَقِّ الۡمُبِیۡنِ ﴿۷۹﴾﴾ ’’تو (اے نبی ﷺ!) آپ توکّل کیجیے اللہ پر۔ یقیناً آپؐ ہی واضح حق پر ہیں۔‘‘

آپؐ کی دعوت میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں۔ آپؐ کا موقف حق وصداقت پر مبنی ہے۔

درس حدیث

قرآن تمہارے حق میں یا خلاف حجت ہے

عَنۡ اَبِیۡ مَالِکِ الۡاَشۡعَرِیِّ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((اَلۡقُرۡآنُ حُجَّۃٌ لَّکَ اَوۡ عَلَیۡکَ)) (صحیح مسلم)

حضرت ابو مالک اشعری ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’(قیامت کے روز) قرآن مجید تیرے حق میں گواہی دے گا یا تیرے خلاف گواہی دے گا۔‘‘

تشریح: جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کرتا اور اس پر عمل کرتا ہے قرآن قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گا، اس کے لیے سفارش کرے گا اور جس نے قرآن کو چھوڑ دیا قرآن اس کے خلاف گواہی دے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

ہندو اور ہندوستان

اُنیسویں صدی سے برصغیر کا ہندو دنیا کو یہ تصور دینے کی کوشش کر رہا تھا کہ ہندو ہندوستان میں ایک غالب قوت ہے۔ آج کا بھارت دنیا کو یہ تاثر دینے میں کامیاب ہو گیا ہے کہ ہندوستان آغاز سے ہی ہندوؤں کا ہے۔ وہی اس کی قسمت کے مالک ہیں اور وہی اس پر حکمرانی کا حق رکھتے ہیں۔ بات آگے بڑھانے سے پہلے بہت مناسب ہوگا کہ ہم مختصر ترین الفاظ میں ہندوستان کی تاریخ بیان کریں۔ تاریخ واضح کرتی ہے کہ ہندو کبھی ہندوستان کو متحد نہیں رکھ سکا۔ لہٰذا ہندو کا پورے ہندوستان پر حکومت کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ ہندو اکثر یہ دعویٰ اشوکا کی موریہ سلطنت کی بنیاد پر کرتے ہیں جو 250ق م میں تھی جبکہ تاریخ کے ایک معمولی طالب علم کو بھی معلوم ہے کہ وہ سلطنت بدھ مت کی سلطنت تھی اور وہ بھی پورے ہندوستان پر محیط نہیں تھی۔ دکن، جنوبی ہندوستان، شمال مشرقی ہندوستان کا ایک بڑا علاقہ، جنوب مغربی پنجاب کا ایک بڑا علاقہ، مغربی سندھ اور بلوچستان بھی اس سے باہر تھے۔ پھر پہلی صدی سے لے کر 12ویں صدی عیسوی تک وسط ایشیا سے آئے ہنوں اور گجروں نے ہندوستان میں مختلف سلطنتیں قائم کیں۔ اس کے بعد مسلمانوں کا ہندوستان پر غلبہ ہوگیا۔

ہندوستان کے شمال مغربی پہاڑی سلسلہ کو کوہ ہندوکُش کہتے ہیں۔ کیونکہ جتنی اقوام نے ہندوستان میں ہندوؤں کی درگت بنائی وہ سب اسی پہاڑی سلسلہ سے ہندوستان میں داخل ہوئیں۔ مسلمانوں میں سے غزنوی، غوری، خاندان غلاماں، تغلق اور پھر مغل ہندوستان کے حکمران رہے۔ اگرچہ ہندوستان کی بعض ریاستوں میں ہندو راجے مہاراجے حکمران رہے۔ لیکن پورے ہندوستان پر حکومت کرنا کبھی بھی ہندوؤں کے بس کی بات نہ تھی۔ ہندوستان تاریخ میں صرف 2 ادوار میں متحد ہوا ہے۔ پہلے مغلوں نے متحدہ ہند پر حکومت کی اور بعد ازاں انگریز پورے ہندوستان کا حکمران بنا۔

1857ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں نے کلیدی رول ادا کیا۔ لہٰذا جنگ میں ناکامی کا سارا نزلہ مسلمانوں پر گرا۔ انگریز نے مسلمانوں کو بُری طرح کچلنے کا تہیہ کر لیا۔ ہندوؤں کی حوصلہ افزائی کی۔ انہیں مذہب کی بنیاد پر ایک متحرک قوم بننے کی راہ دکھائی وگرنہ ہندوؤں کا معاملہ تو یہ تھا کہ صدیوں کی نسل در نسل غلامی نے انہیں ایک ہی بات سمجھائی تھی کہ جو آئے اُس کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاؤ۔ یہی وجہ تھی کہ انگریز کے عہد سے پہلے ہندوؤں کی کوئی مزاحمتی، کوئی عسکری تنظیم وجود میں نہ آ سکی تھی۔ کیونکہ مزاحمت تصادم کا خطرہ مول لیے بغیر نہیں کی جا سکتی اور اس وقت ہندو کی یہ سوچ میں بھی نہ تھا۔ انگریز کے دور میں آر ایس ایس بنی اور انگریز کے دور ہی میں ہندو مسلم فسادات شروع ہوئے۔ ہندو کو چونکہ یہ احساس تھا کہ نہ وہ کبھی بزورِ شمشیر پورے ہندوستان پر حکومت کر سکا اور نہ بزورِ بازو آئندہ کبھی پورے ہندوستان کا حکمران بن سکے گا۔ لہٰذا جب مغرب کو جمہوریت نے پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ہندوستان بھی اس سے اثر انداز ہونے لگا تو مہاتما گاندھی جیسے لیڈروں نے انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کے لیے عوامی تحریکیں شروع کر دیں جن میں سے ''ہندوستان چھوڑو'' جیسی عوامی تحریک بہت مقبول ہوئی کیونکہ ہندو سمجھ گیا تھا کہ اب ہندوستان پر ون مین ون ووٹ کی بنیاد پر حکومت ہوگی اور اس کی ہندوستان میں اکثریت ہے۔ شودر کو کسی بڑی ذات کے ہندو کی عبادت گاہ اور اُس کے بت کے قریب پھٹکنے کی بھی اجازت نہیں، لیکن ووٹ ہندوؤں کو دیے بغیر اس کا چارہ نہیں۔ لہٰذا ہندوؤں نے آل انڈیا کانگریس کے نام سے 1885ء میں باقاعدہ ایک سیاسی جماعت قائم کر لی جو انگریزوں

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

5 تا 11 جمادی الثانی 1445ھ جلد 32
19 تا 25 دسمبر 2023ء شمارہ 48

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فریداللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

سے ہندوستان چھوڑنے کا پُرزور مطالبہ کرنے لگی۔ یہی ایک واحد راستہ تھا جس سے ہندو کو تمام ہندوستان پر حکومت کرنے کا تاریخ میں پہلی بار موقع میسر آ رہا تھا۔ اسی خواہش کی تکمیل کے لیے گاندھی کہتا تھا کہ پاکستان میری لاش پر بنے گا کیونکہ پاکستان کے قیام سے ہند تقسیم ہوتا تھا اور تقسیم ہند کے فیصلے کے بعد بھی جو پاکستان کے بارے میں کہا جاتا رہا کہ وہ چند سال بمشکل اپنا وجود قائم رکھ سکے گا۔ یہ وہ خواہش تھی جو وقتاً فوقتاً الفاظ کا روپ دھارتی رہی۔

ہندو عسکری لحاظ سے یقیناً ایک نیم مردہ قوم تھی اور شاید اب بھی ہے، لیکن یہ اعتراف لازم بنتا ہے کہ ہندو ایک کامیاب کاروباری ہے۔ بھارت کے معاشی لحاظ سے پاکستان سے آگے نکلنے کی کئی وجوہات ہیں۔ لیکن یقیناً ایک یہ بھی ہے کہ ہندو کو کاروباری معاملات میں مسلمان پر واضح طور پر برتری حاصل ہے اور آج کی دنیا چونکہ مادہ پرستی کے حوالے سے اپنی معراج پر نظر آتی ہے لہٰذا غیروں کی کیا بات کریں مسلم دنیا نے بھی اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور بھارت سے تعاون کو اپنے مفاد میں سمجھا۔ انتہائی بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ پاکستان کے حکمرانوں نے چاہے سویلین تھے یا فوجی لوٹ کھسوٹ سے پاکستان کا معاشی دیوالیہ نکال دیا اور پاکستان اقتصادی طور پر مفلوج ہوگیا۔ قرضوں کے انبار کھڑے ہوگئے لہٰذا ملکی اور بین الاقوامی سطح کے فیصلے ملکی مفاد میں نہیں بلکہ قرض خواہوں کی ڈکٹیشن پر ہونے لگے۔

دوسری جانب یورپ اور امریکہ نے بھارت سے تعاون ایک اینٹی مسلم ریاست ہونے کی وجہ سے بھی کیا۔ سوویت یونین کی شکست وریخت سے قبل مغرب ہندو دوست ہونے کے باوجود پاکستان کو دوستی اور محبت کا جھانسہ بلکہ دھوکہ صرف اس لیے دیتا رہا کہ اُس کے سرمایہ دارانہ نظام کو کمیونزم سے خطرہ تھا، جس سے نمٹنے کے لیے وہ پاکستان کو بطور ڈھال استعمال کر رہا تھا۔ لیکن جونہی سوویت یونین اور کمیونزم زمین بوس ہوئے مغرب کا اصل چہرہ سامنے آ گیا اور وہ کھل کر بھارت کا پشت پناہ اور پاکستان کا دشمن بن کر سامنے آ گیا۔ نائن الیون کے بعد پھر پانسہ پلٹا پاکستان ایک بار پھر امریکہ اور مغرب کی ضرورت بنا لیکن افسوس صد افسوس کہ ہمارے احمق اور اقتدار کے لیے مر مٹنے والے حکمرانوں نے اپنے دشمن کے ہاتھوں استعمال ہونا قبول کرلیا۔

ہمیں یہ بھی اعتراف کرنا ہوگا کہ بی جے پی کی مودی حکومت نے ہندوستان کی سابقہ حکومتوں کی منافقت کا پردہ چاک کیا اور اعلانیہ طور پر کہا کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کا ہے اور وہ جلد غیر ہندوؤں کا ہندوستان سے خاتمہ کر دیں گے۔ انہوں نے اس نعرے کو عملی شکل دینے کے لیے ''مسلمان کا استھان: پاکستان یا قبرستان'' کے نعرہ کو عملی تعبیر دی اور ہندوستان میں مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر دی ہے۔ انہوں نے آئینی ترامیم کر کے مقبوضہ کشمیر کو بھارت کا حصہ بنا لیا ہے اور وہاں ظلم وستم کی نئی داستانیں رقم کی ہیں۔ کشمیر اس وقت ایک بڑی جیل کی صورت اختیار کر چکا ہے جہاں لوگ اذیت ناک زندگی گزار رہے ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ نام نہاد سیکولر اور جمہوری ہندوستان کی اعلیٰ عدلیہ اور دیگر ادارے بھی مودی کی مسلمان دشمنی کی پالیسی میں اُس کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہیں۔ بھارتی سپریم کورٹ کا حالیہ فیصلہ جس میں 370 اور 35A کو ختم کر دینے کی مودی حکومت کی 5 اگست 2019ء کی واردات کو درست قرار دیا گیا، اس بات کا ثبوت ہے کہ ہندوستان میں حکومتی اور ریاستی سطح پر عالمی قوانین کی دھجیاں اُڑائی جا رہی ہیں اور بنیادی انسانی اخلاقیات کا بھی جنازہ نکل چکا ہے۔ ہندوؤں کی موجودہ حکومت عیسائیوں اور دوسرے غیر ہندوؤں کو بھی برداشت نہیں کر رہی۔ انہیں بھی تنگ کیا جا رہا ہے اور پیغام دیا جا رہا ہے کہ بھارت میں جو رہے گا ہندو ہی بن کر رہے گا۔ ہندو کی یہ سوچ اور طرزِ عمل نیا نہیں ہے۔ ان کی فکر اور سوچ آغاز سے ہی یہ ہے کہ کمزور کی گردن پر پاؤں رکھ دو اور طاقتور کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاؤ۔

چین سے سرحدی جھڑپوں اور اس کے بھارتی علاقے پر قبضہ کے باوجود نریندر مودی چین کا نام منہ سے نہیں نکالتا۔ افغانستان میں افغان طالبان کی پیش قدمی پر سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے بھاگا ہے۔ لیکن پاکستان کے خلاف جھوٹ پھیلانے اور گمراہ کن پروپیگنڈا کرنے کے ایسے ریکارڈ قائم کر رہا ہے جن کی دنیا میں مثال نہیں ملتی۔ بھارت پوری تگ ودو میں ہے کہ پاکستان کو سیاسی اور سفارتی سطح پر تنہا کر دے اور دنیا پاکستان کی ہر قسم کی امداد بند کر دے۔ مصیبت یہ ہے کہ آج بھی پاکستان میں کچھ لوگ یہ درس دے رہے ہیں کہ بہر صورت پاکستان کو بھارت سے دوستی کا دم بھرنا چاہیے۔ ہم بھارت سے تلخی اور کشیدگی ختم کرنے کے حق میں ہیں لیکن ہمیں ہندو ذہنیت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے درحقیقت پاکستان کا وجود مسئلہ ہے وہ ہندوستان کی تقسیم کو آج بھی سیاسی ہی نہیں اپنے مذہب کے نکتہ نظر سے بھی غلط سمجھتا ہے لہٰذا اسلامی جمہوریہ پاکستان کو زندہ اور پائندہ دیکھنے کے لیے اسے ہر سطح پر مضبوط و مستحکم کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم ہندو ذہنیت کے حوالے سے پھر اس بات کا اعادہ کریں گے کہ وہ پاؤں پڑنے والے کو ٹھوکریں مارتا ہے اور گردن دبوچنے والے کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہے۔

قصہ کوتاہ پاکستان اگر زندہ اور قائم رہ سکتا ہے تو صرف مضبوط اور مستحکم ہو کر رہ سکتا ہے۔ ضعف، کمزوری اور زیردستی خودکشی ہے۔ کرنے کا کام یہ ہے کہ دوا اور دعا دونوں کی جائیں یعنی ایک طرف اپنے گھر کو درست کیا جائے ملک میں اتحاد، اتفاق، اخوت، بھائی چارے اور برداشت کی فضا قائم کی جائے اور دوسری طرف اپنا قبلہ درست کیا جائے۔ اس وقت ملک سیاسی عدمِ استحکام کا شکار ہے اور معیشت میں بدترین گراوٹ ہے۔ اس حوالے سے یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ استحکامِ پاکستان درحقیقت پاکستان میں دینِ اسلام کے مکمل نفاذ سے ہی ممکن ہے۔ یہ بات اب مذہبی اور دینی مطالبہ ہی نہیں رہا کہ پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنایا جائے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اب ہمارے پاس کوئی دوسرا آپشن سرے سے رہا ہی نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم مصنوعی سہاروں سے نجات حاصل کریں۔ اس ہستی کا دامن پورے خلوص اور مضبوطی سے تھام لیں۔ گویا پاکستان میں وہ نظام قائم کر دیں جس میں ہمیں کائنات کے مالک اور رب کا سہارا حاصل ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا تمام سہارے سراب ہیں، دجل وفریب ہیں، جو ہمیں ہلاک کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح فیصلہ اور پھر استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

❁❁❁

امت مسلمہ کے لیے سہ نکاتی لائحہ عمل

(سورہ آل عمران کی آیات 102 تا 104 کی روشنی میں)

جامع مسجد قرآن اکیڈمی، کراچی میں تنظیم اسلامی کے مرکزی ناظم تعلیم وتربیت محترم خورشید انجم کے 08 دسمبر 2023ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد

آج ہم ان شاء اللہ سورہ آل عمران کی آیات 102 تا 104 کا مطالعہ کریں گے۔ ان آیات میں اُمت مسلمہ کے لیے سہ نکاتی لائحہ عمل بیان کیا گیا ہے۔ ان میں سے ہر آیت میں ایک نکتہ بیان ہوا ہے۔ چنانچہ پہلے فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ﴾ (آل عمران:102)

''اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔''

دین کا اصل مخاطب فرد ہے۔ بقول شاعر ؎

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

جب کوئی شخص عمارت بنانا چاہتا ہے تو اس کی پہلی ترجیح اچھی اینٹوں کا انتخاب ہوتا ہے۔ اینٹیں مضبوط ہوں، کمزور اور نقص والی نہ ہوں۔ دوسرا ان اینٹوں کو جوڑنے والا مسالا صحیح ہو۔ پھر وہ عمارت جس مقصد کے لیے قائم کی جاتی ہے وہ ملحوظ خاطر رہے۔ بعینہٖ یہی چیز یہاں پر بیان کی جارہی ہے کہ امت مسلمہ کا ایک ایک فرد ایک اینٹ کی مانند پختہ ہو۔ اس کے لیے پہلا نکتہ یہ بیان ہوا:

پہلا نکتہ: اللہ کا تقویٰ

امیرالمومنین حضرت عمر فاروق ؓ نے ایک مرتبہ حضرت اُبی بن کعب ؓ سے پوچھا کہ تقویٰ کیا ہے؟ توانہوں نے جواب دیا کہ امیرالمومنین! جب انسان کسی خاردار جنگل سے گزر رہا ہوتو وہ اپنا دامن بچا بچا کر، اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر چلتا ہے۔ یہی تقویٰ ہے۔ البتہ تقویٰ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ گھر بار چھوڑ کر جا کر جنگل میں بسیرا کرلیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لا رهبانية فى الاسلام)) ''اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں۔''

جیسے عیسائیوں میں رواج پڑ گیا کہ جنگلوں اور صحراؤں میں جا کر تپسیائیں اور ریاضتیں کی جارہی ہیں، کسی سے ملا نہیں جارہا۔ نہیں! بلکہ اس دنیا میں رہنا ہے لیکن اس دنیا کا ہوکر نہیں رہنا۔ جیسے ایک شخص بازار میں کسی ضروری کام سے جارہا ہوتا ہے وہ دائیں بائیں نہیں دیکھتا بلکہ سیدھا اپنا کام کرتا ہے۔ بندہ مومن اتنا فارغ نہیں ہے کہ وہ اس دنیا کے اندر الجھ کر رہ جائے۔ دور حاضر کی مثال یہ ہے کہ اگر کہیں پر بارودی سرنگیں بچھی ہوئی ہوں اور وہاں سے کوئی گزر رہا ہوتو وہ ہر قدم پھونک پھونک کر رکھے گا۔ اسی طرح تقویٰ یہ ہے کہ انسان دنیا میں ہر گناہ اور ہر برائی سے بچ کر چلے۔ ہمارے دین میں توحید کے التزام کے ساتھ اطاعت رسول ﷺ بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی۔'' (التغابن:12)

دوسری جگہ ارشا ہے کہ اس حوالے سے پوچھا بھی جائے گا:

''یقیناً سماعت بصارت اور عقل سبھی کے بارے میں باز پُرس کی جائے گی۔'' (بنی اسرائیل:36)

مرتب: ابو ابراهیم

صحابہ کرام ؓ کا رویہ یہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ جب کہیں سے گزرتے تھے اور گانوں کی آواز آتی تھی تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے۔ ہماری زبان تو ہر وقت چلتی رہتی ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تمہاری کھیتیاں ہیں جو تمہیں آخرت میں کاٹنی پڑیں گی۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے زبان کو پکڑ کر صحابہؓ سے فرمایا کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔ کہا جاتا ہے کہ جو چپ رہ گیا وہ نجات پا گیا۔ آگے فرمایا:

﴿حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾ (آل عمران: 102) ''جیسا کہ اُس کے تقویٰ کا حق ہے۔''

اس آیت کو سن کر صحابہ کرام ؓ گھبرا اٹھے کہ اللہ کے تقویٰ کا حق کون ادا کرسکتا ہے۔ پھر سورۃ التغابن کی آیت نازل ہوئی:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (التغابن: 16)

''پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اپنی حدِ امکان تک۔''

ہر شخص کو خوب معلوم ہے کہ اس کی استطاعت کتنی ہے۔ زیر مطالعہ آیات میں آگے فرمایا:

﴿وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (آل عمران) ''اور تمہیں ہرگز موت نہ آنے پائے مگر فرمانبرداری کی حالت میں۔''

اسلام سے مراد ہے سرِ تسلیم خم کرلینا۔ ایسی فرمانبرداری جس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے سامنے اپنی کوئی رائے نہ ہو۔ ارشاد ہوتا ہے:

''اور جو کچھ رسولؐ تم لوگوں کو دے دیں وہ لے لو اور جس چیز سے روک دیں اس سے رک جاؤ۔'' (الحشر: 7)

یعنی موت کا کوئی وقت معین نہیں ہے۔ کسی کو نہیں معلوم کس وقت موت آجائے۔ خدانخواستہ ایسی موت آگئی کہ انسان کسی غلط کام میں مصروف ہو تو اللہ کی نافرمانی کی حالت میں موت ہوگی۔ ایک حدیث میں ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص زنا کرتا ہے تو عین زنا کرتے وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔'' (متفق علیہ)

اگر توبہ کی توفیق ہی نصیب ہی نہ ہو تو کہاں سے ایمان آئے گا اور اس حالت میں موت آگئی تو کتنی حسرت ناک موت ہوگی۔

نکتہ 2: تفرقہ میں مت پڑو

زیر مطالعہ آیات میں آگے فرمایا:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾

''اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو مل جل کر اور تفرقے میں نہ پڑو۔'' (آل عمران:103)

اللہ کی رسی کیا ہے؟ سورۃ الحج میں فرمایا ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ﴾ (الحج: 78) ''اور اللہ کے ساتھ چمٹ جاؤ۔''

یہاں واضح کیا کہ اللہ کی رسی کے ساتھ چمٹ جاؤ۔ حضرت علی ؓ سے روایت ہے: ''یہ قرآن ہے اللہ کی مضبوط رسی ہے!''

دوسری روایت حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((الممدود من السماء الی الارض)) جو آسمان سے زمین تک تنی ہوئی ہے۔

تیسری روایت میں مزید وضاحت ملتی ہے۔ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور ایک سوال کیا: کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور یہ قرآن اللہ کی جانب سے آیا ہے؟ صحابہ کرام ؓ نے کہا: کیوں نہیں! اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم اس کی گواہی دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پس تم خوشیاں مناؤ، اس لیے کہ اس قرآن کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور ایک سرا تمہارے ہاتھ میں ہے۔'' اس سے بڑی چیز تمہیں کیا حاصل ہوگی۔ آگے فرمایا: ﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ﴾ ''اور ذرا یاد کرو اللہ کا جو انعام تم پر ہوا جبکہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اللہ نے تمہارے دلوں کے اندر اُلفت پیدا کردی، پس تم اللہ کے فضل وکرم سے بھائی بھائی بن گئے۔'' (آل عمران:103)

قبل از اسلام قبائل کے مابین دہائیوں اور صدیوں تک جنگیں چلتی رہتی تھیں مگر عداوت کی آگ تھی کہ ٹھنڈی نہ ہوتی تھی۔ بقول مولانا حالی۔

کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا

پھر جب رسول اللہ ﷺ نے مواخات قائم کروائی تو کیفیت یہ تھی کہ سگے بھائیوں سے زیادہ پیار تھا۔ اپنے کاروبار اور جائیدادوں تک میں ایک دوسرے کو شریک کیا۔ آگے فرمایا: ﴿وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ﴾ ''اور تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ گئے تھے (بس اس میں گرنے ہی والے تھے) تو اللہ نے تمہیں اس سے بچالیا۔'' (آل عمران:103)

اب اس کی تطبیق ہم اپنے اوپر کریں۔ متحدہ ہندوستان میں ہمیں کس قدر ہندو کا خوف تھا۔ ہندو عددی اکثریت، وسائل، تعلیم اور روزگار سمیت ہر چیز میں ہم سے آگے تھا۔ دوسری طرف مسلمان ہر لحاظ سے پس رہا تھا۔ پوری مارکیٹ میں صرف ایک دو دکانیں مسلمانوں کی ہوتی تھیں باقی سب تجارت ہندو کے پاس تھی۔ ہم نے دعائیں کر کر کے پاکستان حاصل کیا کہ اے اللہ! ایک خطہ عطا کر جس میں ہم تیرے دین کو قائم اور نافذ کرسکیں۔ ارشاد ربانی ہے: ''اور ان میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے نواز دے گا تو ہم خوب صدقہ وخیرات کریں گے اور نیک بن جائیں گے۔'' (التوبۃ:75)

اللہ نے ایک خطہ دے دیا کہ لے لو۔

﴿لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (یونس) ''تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیا کرتے ہو!''

اللہ تعالیٰ نے ہمیں خوشحالی عطا کی۔ اگر کوئی ہندوستان سے پاکستان آتا تھا تو وہ سمجھتا تھا کہ میں کسی غریب ملک سے کسی امیر ملک میں آگیا ہوں۔ کیا کچھ نہیں تھا یہاں پر؟ لیکن اس کے بعد ہم نے کیا کیا ہے؟ جو وعدہ اللہ سے کیا تھا اسی سے مکر گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مشرقی پاکستان ہم سے علیحدہ ہوگیا۔ اللہ کے عذاب کا کوڑا ہم پر برسا ہے۔ ہمارے ہزاروں فوجی ہندو کی قید میں چلے گئے۔ پوری اسلامی تاریخ میں کبھی اتنی ذلت نہیں اُٹھانی پڑی۔ لیکن ہم نے پھر بھی سبق نہیں سیکھا اور ابھی تک سرکشی کی روش پر ہیں۔ آگے فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝﴾ ''اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیات واضح کررہا ہے تاکہ تم راہ پاؤ (اور صحیح راہ پر قائم رہو)۔'' (آل عمران)

تیسرا نکتہ: امر بالمعروف ونہی عن المنکر

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ ''اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو خیر کی طرف دعوت دے، نیکی کا حکم دیتی رہے اور بدی سے روکتی رہے۔ اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' (آل عمران)

وہ اُمت یہی مسلمان اُمت ہے جس کی یہ ذمہ داری اللہ نے لگائی تھی۔ اسی لیے اسے خیر امت قرار دیا گیا تھا: ''تم وہ بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا

پریس ریلیز 15 دسمبر 2023ء

ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل کو کسی صورت تسلیم نہیں کیا جاسکتا

شجاع الدین شیخ

ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل کو کسی صورت تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ نگران وزیر اعظم پاکستان کے ایک نجی ٹی وی پر انٹرویو میں دیے گئے اس بیان پر کہ اسرائیل کے حوالے سے بانی پاکستان قائداعظم کا مؤقف حرف آخر نہیں اور اس میں زمینی حقائق کے مطابق تبدیلی کی جاسکتی ہے، اُنہوں نے افسوس اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ کیا مملکتِ خداداد پاکستان کے وزیر اعظم کو معلوم نہیں کہ پاکستان کا اسرائیل کو تسلیم نہ کرنا نہ صرف ہماری سیاسی پالیسی کا حصہ ہے بلکہ دینی تعلیمات کا لازمی جزو ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صہیونی ریاست کی اعلیٰ قیادت آغاز سے ہی پاکستان کو اپنا اصل مدمقابل اور حریف قرار دے رہی ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی اس حقیقت کا ادراک ہونا چاہیے کہ اسرائیل اسلامی ایٹمی پاکستان کو نقصان پہنچانے کے لیے ہر حربہ استعمال کرے گا۔ اُنہوں نے غزہ پر مسلسل وحشیانہ اسرائیلی بمباری پر روس کی جانب سے اقوام متحدہ کانفرنس بلانے کے مطالبے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اقوامِ متحدہ درحقیقت عالمی استعمار کی باندی ہے اور سیکورٹی کونسل میں غزہ میں جنگ بندی کی تمام کوششوں کو امریکہ ویٹو کر چکا ہے۔ لہٰذا اسرائیل کو فلسطینی مسلمانوں کی نسل کشی سے روکنے کے لیے کسی کانفرنس کی نہیں بلکہ عملی اقدامات اُٹھانے کی ضرورت ہے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ مسجدِ اقصیٰ کی حرمت اور اسرائیل کی درندگی کے خلاف غزہ کے مسلمانوں سے اظہارِ یکجہتی کے لیے تنظیم اسلامی 15 دسمبر تا 25 دسمبر 2023ء ''حرمت مسجد اقصیٰ اور ہماری ذمہ داری'' کے عنوان سے ایک ملک گیر مہم کا انعقاد کر رہی ہے۔ اُنہوں نے عوام الناس اور میڈیا سے اپیل کی کہ اس دینی فریضہ کی ادائیگی میں تنظیم اسلامی کا بھرپور ساتھ دیں تاکہ پاکستان اور امتِ مسلمہ کے دیگر ممالک کے حکمرانوں اور مقتدر طبقات کو مسلمانانِ فلسطین کے تحفظ کے لیے عملی اقدامات کرنے پر آمادہ کیا جاسکے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

ہے' تم حکم کرتے ہو نیکی کا' اور تم روکتے ہو بدی سے' اور تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔''(آل عمران:110)
اسی طرح سورۃ البقرۃ میں فرمایا:
''اور (اے مسلمانو!) اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک اُمتِ وسط بنایا ہے' تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسولؐ تم پر گواہ ہو۔''(البقرۃ:143)
یہ اس اُمت کے ذمہ کام تھے جو اسے کرنے تھے لیکن آج ساری اُمت سو رہی ہے۔ زیادہ سے زیادہ اپنے کیریئر کی فکر ہر کسی کو ہے۔ یہی ان کی دلچسپیوں کا مرکز ومحور ہے۔ دین کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ ان حالات میں جو جاگ جائیں، جنہیں ہوش آجائے انہیں چاہیے کہ وہ دوسروں کو بھی جگائیں۔ جو جاگتے جائیں وہ ایک جماعت میں منظم ہوتے جائیں۔ فرمایا:
﴿يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ﴾ ''جو خیر کی طرف دعوت دے۔''
خیر وہی ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے خیر قرار دیا۔ اس کی طرف لوگوں کو بلایا جائے۔ سب سے بڑا خیر قرآن ہے۔ سورۃ یونس میں فرمایا:
﴿هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝﴾ (یونس) ''وہ کہیں بہتر ہے ان چیزوں سے جو وہ جمع کرتے ہیں۔''
اس قرآن کی طرف لوگوں کو بلایا جائے۔ تمہاری فلاح اور نجات اب اس قرآن کے ساتھ وابستہ ہے۔ جو اس کے ساتھ جڑ گیا وہ کامیاب ہوگیا۔ یہ کامیابی کی ضمانت ہے۔ مانتے تو ہم بھی ہیں، قرآن کا صفحہ اگر کہیں گرا ہوا ہو تو ہم اٹھا کر چوم کر اوپر رکھتے ہیں' بعض لوگ عطر وغیرہ بھی لگا دیتے ہیں۔ اس کی حفاظت اور تکریم بھی کی جاتی ہے۔ جو لوگ قرآن کی گستاخی کرتے ہیں ان کے خلاف ہم مظاہرے بھی کرتے ہیں لیکن یہی قرآن کہتا ہے کہ سود لینے دینے سے باز آجاؤ لیکن ہمارے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ یہی قرآن کہتا ہے:
﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝﴾
﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝﴾
﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝﴾ (المائدہ)
ہم ادھر سے سنتے ہیں ادھر سے نکال لیتے ہیں۔ یہی قرآن کہتا ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹو ہم تلاوت کے لیے اس کو پڑھ لیتے ہیں۔ اللہ اللہ خیر سلّا! قرآن کہتا ہے:
﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۠﴾ (النور:2) ''زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو''
ہم بس نیکیوں کا حساب کر لیتے ہیں کہ ہر ہر حرف پر دس نیکیاں ہیں لیکن اس کی تعلیمات پر عمل کتنا ہے؟ ہم سب کو اپنے گریبانوں میں جھانکنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے قرآن والو! قرآن کو بس اپنا تکیہ ہی نہ بنالو۔'' ہم قرآن کو جسمانی لحاظ سے پیٹھ پیچھے نہیں پھینکتے لیکن معنوی لحاظ سے پھینکا ہوا ہے۔ انفرادی واجتماعی دونوں سطحوں پر قرآن کے ساتھ ہمارا یہی سلوک ہے۔ فرمایا:
﴿وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ﴾
''نیکی کا حکم دیتی رہے اور بدی سے روکتی رہے۔''
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرائض کا ایک جوڑا ہے جس کا حکم قرآن میں کم از کم دس مرتبہ آیا ہے۔ اللہ کی شان بھی یہی بیان ہوئی کہ:
﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۗئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ﴾ (النحل:90) ''یقیناً اللہ حکم دیتا ہے عدل کا' احسان کا اور قرابت داروں کو (ان کے حقوق) ادا کرنے کا' اور وہ روکتا ہے بے حیائی' برائی اور سرکشی سے۔''
اسی طرح فطرت اور حکمت کا بھی یہی تقاضا ہے۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی:
''اے میرے بچے! نماز قائم کرو' اور نیکی کا حکم دو اور بُرائی سے روکو''(لقمان:17)
پھر حضور ﷺ کی شان یہ بیان کی گئی جیسے تورات میں آیا ہے: وہ جب آئیں گے تو معروفات کا حکم دیں گے اور منکرات سے روکیں گے۔ اسی طرح صحابہ کرام ؓ کی شان یہ بیان کی گئی ہے:
''اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں' یہ سب ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں' بدی سے روکتے ہیں۔''(التوبۃ:71)
اس کے بالکل برعکس منافقین کی روش یہ بیان کی گئی کہ:
''منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک دوسرے میں سے ہیں۔ یہ بدی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے روکتے ہیں۔''(التوبۃ:67)
ہم اپنا جائزہ لے سکتے ہیں کہ ہم نے کون سی روش اختیار کی ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا ہوگا جب تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دو گے؟ صحابہ کرامؓ حیران ہوئے کہ ایسا بھی ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے آگے کیا ہوگا کہ جب تم منکر کا حکم دو گے اور معروف سے روکو گے۔ آج یہی کچھ تو ہو رہا ہے۔ اگر کوئی نوجوان داڑھی رکھ لے تو گھر میں قیامت آجاتی ہے یا کوئی بچی پردہ کرلے تو اس کو کن کن چیزوں سے ڈرایا جاتا ہے۔ اگر اللہ کی حاکمیت کی بات کر لی جائے، قرآن وسنت کی بالادستی کی بات کر لی جائے تو ایوانوں میں زلزلہ آجاتا ہے کہ کس زمانے کی بات ہو رہی ہے۔ سود کے خاتمے کی بات کی جائے تو کہا جاتا ہے کہ سود کے بغیر ہماری معیشت کیسے چلے گی؟ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ سود تھوڑا یا کم ہو اس کا انجام قلت ہی ہوتا ہے۔ آج ہم اس سودی نظام کی بدولت باقاعدہ جزیہ ادا کر رہے ہیں۔ سورۃ التوبہ میں فرمایا: ﴿حَتّٰي يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝﴾ (التوبۃ) ''یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ پیش کریں اور چھوٹے (تابع) بن کر رہیں۔''
آج ہم آئی ایم ایف کو جزیہ ادا کر رہے ہیں کیونکہ ہم اس کے غلام بن چکے ہیں۔ یہاں تک کہ ہمارے وزیر اعظم نے بلوں میں کمی کے حوالے سے بڑھک ماردی، لیکن پھر رجوع کر لیا کیونکہ پتا چل گیا ہم غلام ہیں اور غلام اپنی مرضی نہیں کرسکتا۔ ایسے حالات میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ہم کیسے ادا کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے وہ اسے اپنے ہاتھ (طاقت) سے بدلے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے (منع کرے) اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے (برا جانے)، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔''(صحیح مسلم)
اگر دل سے برائی کو برا نہیں سمجھتا تو دوسری حدیث میں الفاظ آئے ہیں: ''اور اس کے بعد تو ایمان رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں ہے۔''(صحیح مسلم)
یہ تین نکات یا تقاضے ان تین آیات میں بیان کیے گئے۔ یہ سہ نکاتی لائحہ عمل ہے۔ یعنی اپنی ذاتی زندگی میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا، اس قرآن کو پوری مضبوطی کے ساتھ تھامنا، اس کو اپنا ہادی ورہنما بنانا اور پھر اس قرآن کی بنیاد پر اجتماعیت کا قیام جس کا کام ہوگا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ جس کے پاس قوت واختیار ہے وہ پوری طاقت سے برائی کے خلاف میدان میں آئیں جیسے حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا تھا کہ میرے ہوتے ہوئے دین میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اس طرح جس کے پاس قوت سے روکنے کا اختیار نہیں ہے وہ زبان سے روکے، اس کی بھی استطاعت نہیں ہے تو دل میں ضرور برائی کو برا جانے۔ یہ اس اُمت کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ اجتماعی سطح پر بھی اس فریضہ کو پورا کیا جائے اور انفرادی سطح پر بھی کوشش کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سوچ، فکر اور ادراک عطا فرمائے اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو تبدیل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

غزہ کی پکار۔ مسلمانانِ پاکستان کے نام

انسانی تاریخ جنگ وجدل اور خونریزی سے بھری پڑی ہے۔ کئی بار مختلف اقوام اور مذاہب سے تعلق رکھنے والی افواج ایک دوسرے کے مقابل آئیں اور خون کی ندیاں نہیں دریا بہا دیے گئے۔ اِس عالمی سطح پر وسیع قتل وغارت گری میں اگرچہ مخالف عام شہری بھی مارے گئے لیکن اِن جنگوں میں اصلاً مدِمقابل فوجی ہی جان سے جاتے رہے۔ لیکن فلسطین میں لڑی جانے والی حالیہ جنگ جسے غزہ کی جنگ کہا جا رہا ہے اور جس میں اصلاً اسرائیل اور فلسطینی مسلمانوں کی ایک جماعت حماس مدِمقابل ہیں، یہ جنگ آج تک ہونے والی تمام جنگوں سے اس لیے مختلف ہے کہ اس میں اسرائیل غزہ کے عام شہریوں، سکولوں اور ہسپتالوں پر بمباری کر کے انسانیت کے خلاف جرائم کا ارتکاب کر رہا ہے۔ وہ فلسطینیوں کی نسل کُشی پر اتر آیا ہے۔ وہ عورتوں اور بچوں کو اپنی درندگی کا نشانہ بنا رہا ہے۔ وہ معصوم بچوں کو یہ کہہ کر ٹارگٹ کر رہا ہے کہ یہ ٹائم بم ہیں جو کسی وقت اُس کے خلاف پھٹ جائیں گے۔ اسرائیل کے فوجی غزہ کے ہسپتالوں سے زخمیوں اور مریضوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر باہر سڑک پر پھینک دیتے ہیں اور وہ تڑپ تڑپ کر جان دے رہے ہیں۔ ایک شریف النفس انسان اور اچھا معاشرہ یہ سلوک جانوروں اور حیوانوں سے بھی نہیں کرتا۔ اسرائیل نے دنیا کو ایک جنگل بنا دیا ہے جس میں وہ بلا لحاظ وتمیز درندے کی طرح چیڑ پھاڑ کر رہا ہے کیونکہ انسان تو یہ کام پتھر کے دور میں بھی اس بے دردی سے نہیں کرتا تھا۔ اس بات کو خاص طور پر ذہن میں رہنا چاہیے کہ اسرائیل اس وحشیانہ پن کا مظاہرہ ایک محدود جگہ پر دو ماہ کے قلیل عرصہ میں کر چکا ہے۔ جبکہ تاریخ بتاتی ہے کہ عالمی جنگوں میں ایسی خونریزی بڑے وسیع علاقوں میں اور کئی سالوں میں ہوئی ہے۔ برادرانِ اسلام! یہودی بہرحال مسلمانوں کے دشمن ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ پاک میں ہمیں آگاہ کر چکا ہے۔ ”تم لازماً پاؤ گے اہل ایمان کے حق میں شدید ترین دشمن یہود کو اور ان کو جو مشرک ہیں“ (سورۃ المائدہ: 82) اور اللہ تعالیٰ اس حوالے سے ہماری ذمہ داری اور ہمارے کرنے کا کام بھی ہم پر واضح کر چکا ہے۔ ”اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم قتال نہیں کرتے اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں عورتوں اور بچوں کی خاطر جو مغلوب بنا دیے گئے ہیں جو دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں نکال اس بستی سے جس کے رہنے والے لوگ ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنا دے اور ہمارے لیے خاص اپنے فضل سے کوئی مددگار بھیج دے۔“ (سورۃ النساء: 75)۔ 7 اکتوبر 2023ء کو حماس کے حملے سے پہلے اسرائیل اور عرب ممالک اور بعض دوسرے مسلمان ممالک بھی باہم مفاہمت اور محبت کی باتیں کر رہے تھے اور سب اسرائیل کو تسلیم کرنے پر آمادہ ہو چکے تھے۔ اسرائیل اُس کہاوت پر عمل کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ دشمن اگر گڑ دے کر مارا جا سکتا ہے تو زہر دینے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ گریٹر اسرائیل کے لیے ایک جال بچھا رہا تھا جس کا نقشہ اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو نے اقوامِ متحدہ میں ساری دنیا کو دکھا دیا تھا۔ لیکن 7 اکتوبر 2023ء کو حماس کے حملہ نے اس سازشی منصوبہ کو ملیامیٹ کر دیا۔ ”اور اُنہوں نے بھی چالیں چلیں اور اللہ نے بھی اپنی تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔“ (سورۃ آل عمران: 54)۔ اسرائیل کو تسلیم کرنے کا معاملہ تو فی الحال کھٹائی میں پڑ گیا ہے۔ لیکن اسرائیل اِس کا بدلہ اہل غزہ اور دوسرے فلسطینیوں کو خون کے دریا میں غرق کر کے لینا چاہتا ہے۔

اے برادرانِ اسلام! اگر تمام اسلامی ممالک متحد ہو کر اس خوفناک منصوبے کو روکنا چاہیں تو وہ صرف اسرائیل اور اُس کے اتحادیوں کا تجارتی اور سفارتی بائیکاٹ کر کے روک سکتے ہیں۔ لیکن اِن تِلوں میں تیل کہاں۔ اے اہلِ پاکستان! حماس کے سربراہ اسماعیل حنیہ نے کہا ہے کہ اگر پاکستان اسرائیل کو دھمکی دے تو وہ غزہ میں خون کی ہولی کھیلنے سے رک جائے گا۔ اے اہلِ پاکستان! اِس بیان نے آپ اور ہم سب پر بڑی ذمہ داری ڈال دی ہے۔ امریکہ، برطانیہ اور عالم کفر کا ایک بڑا طبقہ اسرائیل کے مظالم پر اس کی پشت پر کھڑا ہے! ایسے میں امت مسلمہ، مسلم حکمران اور بالخصوص اگر ایٹمی صلاحیت کا حامل پاکستان اسرائیل کو روکنے کے لیے اپنی قوت اور صلاحیت کو بروئے کار نہیں لاتا تو سمجھ لیں کہ فلسطینیوں کی خونریزی روکنے میں ہم نے کوئی کردار ادا نہیں کیا۔ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ پاکستان کے مسلمانوں سے خاص طور پر پوچھے گا کہ تم میری مغضوب اور رد کردہ امت کے مقابلے میں میرے محبوب حضور ﷺ کی امت کو بچا سکتے تھے تم نے یہ کردار کیوں ادا نہ کیا۔ پھر یہ کہ اللہ نہ کرے کہ ہم حضور ﷺ کی شفاعت سے بھی محروم ہو جائیں کیونکہ حضور ﷺ کی امت کے ایک حصہ کو ذبح کیا جا رہا تھا اور ہم پاکستانی مسلمان ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے!!!

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنا دینی فریضہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

بانیٔ تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

تنظیمِ اسلامی www.tanzeem.org

امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ ﷾

براہ کرم ادب کیجیے مت پھینکیے، خود پڑھیں اور دوسروں تک پہنچائیں

جب تک عوام سڑکوں پر نہیں نکلیں گے اور حکومت کو مجبور نہیں کریں گے، اس وقت تک حکمران مسئلہ فلسطین کے حوالے سے کچھ نہیں کریں گے: ایوب بیگ مرزا

اگر مسلمان اللہ کے دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کریں تو ان شاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب مسلمانوں کو دوبارہ اللہ کی مدد حاصل ہوگی۔: رضاء الحق

ان حالات میں کہ غزہ میں مسلمان بچوں اور عورتوں کو خون میں نہلایا جا رہا ہے۔ موسمیاتی تبدیلیوں کے متعلق عالمی کانفرنس کا انعقاد انسانیت کے ساتھ کھلا مذاق ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ خونِ مسلم کی اُن کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں: ڈاکٹر انوار علی

غزہ: جنگ بندی کے بعد کی صورتحال کا تجزیہ کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: جنگ بندی کے یک طرفہ خاتمے کے بعد اسرائیل نے غزہ پر دوبارہ شدید بمباری شروع کردی ہے۔ اب تو اس نے لبنان پر بھی حملے شروع کردیے ہیں جس کی وجہ سے لبنان سے بھی کئی شہادتوں کی اطلاعات ہیں۔ آپ کیا کہتے ہیں غزہ اور لبنان میں کیا ہونے جارہا ہے؟

رضاء الحق: جنگ بندی کے دوران ہم نے اسی پروگرام میں یہ کہا تھا کہ مستقل جنگ بندی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اسرائیل کسی صورت اپنے مقاصد اور اہداف سے پیچھے ہٹنے والا نہیں ہے۔ لہٰذا آپ نے دیکھا کہ اسرائیل نے یکطرفہ طور پر اس جنگ بندی کو ختم کردیا اور اس کے بعد دوبارہ غزہ پر بمباری کرکے نہتے فلسطینی مردوں، عورتوں اور بچوں کو شہید کر رہا ہے۔ 7 اکتوبر سے اس وقت تک 16 ہزار سے زائد فلسطینی شہید ہو چکے ہیں۔ اسرائیل کے مطابق شمالی غزہ کو ہر صورت خالی کرنا ہے۔ چاہے سکول ہوں، ہسپتال ہوں، چاہے پناہ گزین کیمپ ہوں ان پر مسلسل بمباری کی جارہی ہے۔ بین الاقوامی رپورٹس کے مطابق اب تک اتنا بارود وہاں گرایا جاچکا ہے جتنا ناگاساکی اور ہیروشیما کے ایٹمی حملے میں نہیں گرایا گیا تھا۔ دوسری جنگ عظیم میں ہٹلر نے 8 ماہ تک مسلسل برطانیہ پر بمباری کی تھی تو اس کے نتیجے میں 18 ہزار ہلاکتیں ہوئی تھیں جبکہ اسرائیل نے صرف ڈیڑھ ماہ میں 16 ہزار فلسطینیوں کو شہید کردیا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اسرائیل کے اعلیٰ عہدیداران ایٹمی حملے کی بھی بات کر چکے ہیں جبکہ انہوں نے باقاعدہ کیمیائی ہتھیار استعمال کیے بھی ہیں جن میں وائٹ فاسفورس بھی شامل ہے۔ اس کے باوجود کہ ہٹلر نے دنیا کو بہت نقصان پہنچایا مگر اس نے کیمیائی ہتھیار استعمال نہیں کیے اور ایٹمی حملوں کے بھی خلاف تھا۔ لیکن یہ صہیونی اس سے بھی کئی گنا بڑے درندے ثابت ہوئے ہیں۔ اپ ڈیٹس یہ ہیں کہ غزہ کے بعد اب لبنان پر بھی اسرائیل کے حملے شروع ہو چکے ہیں۔ یورپ، امریکہ اور دیگر کئی ممالک اسرائیل کے سپورٹرز ہیں۔ مغربی میڈیا بھی مکمل طور اسرائیل کو سپورٹ کر رہا ہے۔ دوسری طرف مسلم حکمرانوں میں ایسی کوئی جرأت دکھائی نہیں دیتی کہ وہ اسرائیل کے خلاف آواز بلند کرسکیں، کوئی عملی قدم اُٹھانا تو دور کی بات ہے۔ جبکہ غزہ کی صورتحال یہ ہے کہ زخمیوں کے لیے ہسپتالوں میں جگہ نہیں ہے اور اس قدر شہادتیں ہو رہی ہیں کہ لاشوں کو اجتماعی قبروں میں دفنانا پڑ رہا ہے۔

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: امریکہ کا کہنا ہے کہ فلسطینیوں کی غزہ سے جبری بے دخلی کی اجازت نہیں دیں گے۔ یہ فرمائیں کہ غزہ کے حوالے سے اسرائیلی منصوبہ کیا ہے۔ امریکہ یا کوئی دوسرا مغربی ملک اسرائیل کے ان اہداف کے راستے میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرسکتا ہے؟

ڈاکٹر انوار علی: اس وقت بظاہر دو سوچیں متوازی طور پر سامنے آرہی ہیں۔ ایک صہیونی سوچ ہے۔ صہیونیت اب محدود نہیں رہی۔ جو صلیبی تھے وہ بھی اب صہیونیت میں جاچکے ہیں۔ ان کا ماضی آپ دیکھیں تو ان کا ایک مقصد تھا اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنا تاکہ وہ اپنا ورلڈ آرڈر قائم کرسکیں۔ یہ اب صہیونی یہودیوں کے مقابلے میں بھی زیادہ خطرناک ہو چکے ہیں۔ اسی طرح یہودیت بھی اب مکمل طور پر صہیونیت میں ضم ہوچکی ہے۔ کوئی اکا دکا یہودی رہ گئے ہوں گے جو باقی بچے ہیں۔ لہٰذا اب یہ جنگ مذہبی جنگ بن چکی ہے۔ انہوں نے مسجد اقصیٰ کو گرا کر تھرڈ ٹمپل بنانا ہے اور اپنے مسایاح کے لیے تیاریاں کرنی ہیں۔ اس حوالے سے انہوں نے فلسطین پر اپنا مکمل کنٹرول حاصل کرلیا ہے۔ اگرچہ مزاحمت رہی ہے اور اب بھی فلسطینی مسجد اقصیٰ کے لیے مزاحمت کر رہے ہیں۔ اسرائیل کو سب سے زیادہ مزاحمت کا سامنا غزہ سے تھا لہٰذا وہ اب ہر صورت میں اس مزاحمت کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ ستمبر میں نیتن یاہو نے اپنی تقریر کے دوران جو نقشہ دکھایا تھا اس میں غزہ کا نام و نشان تک نہ تھا۔ یہ پلاننگ ان کی پہلے سے تھی اور اس کے تحت وہ اپنے مذموم مقاصد کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ دوسری سوچ یہ ہے جو مغرب میں نظر آتی ہے کہ یہ سب معاشی جنگ ہے کیونکہ غزہ کی ساحلی پٹی ایک معاشی حب ہے۔ اسرائیل غزہ کو خالی کروا کر وہاں بن گوریان کے نام سے ایک گزرگاہ بنانا چاہتا ہے تاکہ وہ معاشی طور پر مزید مضبوط ہوسکے اور عرب ممالک پر اس کا انحصار مزید کم ہو۔ کہا جاتا ہے اسی جنگ کے دوران اسرائیل نے اٹلی اور برطانیہ کی کمپنیز کو غزہ میں گیس ڈھونڈنے کا لائسنس جاری کیا ہے۔ اس لحاظ سے کئی لوگ سوچ کو divert بھی کر رہے ہیں کہ یہ تو بس معاشی جنگ ہے جس طرح عراق میں تیل اور گیس کے لیے لڑی گئی تھی لیکن میں سمجھتا ہوں یہ بیانیہ جان بوجھ کر بھی پھیلایا جارہا ہے تاکہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو سرد کیا جاسکے۔ اصل میں یہ مذہبی جنگ ہے اور مذہبی مقاصد کے تحت ہی غزہ کو خالی کرنے کے لیے فلسطینیوں کو شہید کیا جارہا ہے اور یہ بھی کہا جارہا ہے کہ باقی ماندہ فلسطینیوں کو نکال کر صحرائے سینا میں آباد کریں گے، تاکہ غزہ خالی ہوجائے اور صہیونی اپنے مذہبی اہداف کے مطابق مسجد اقصیٰ کو گرا کر تھرڈ ٹمپل بنائیں یا گریٹر اسرائیل کی طرف بڑھیں تو انہیں مزاحمت کم سے کم مل سکے۔

سوال: مصدقہ اطلاعات کے مطابق اسرائیل کو امریکہ اور یورپی ممالک نہ صرف مالی مدد کر رہے ہیں بلکہ اسلحے سے بھرے بری اور بحری جہاز بھی اس کے لیے روانہ کر

رہے ہیں ۔ تازہ اطلاعات یہ ہیں کہ امریکہ اسرائیل کو ایسے بم دے رہا ہے جس کے گرنے سے 300 فٹ تک ہر چیز تہس نہس ہو جائے گی ۔ اسرائیل کا پلان کیا ہے ۔ کیا وہ غزہ کو بالکل صفحۂ ہستی سے مٹانے کا ارادہ رکھتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: جہاں تک اسرائیل کی مالی امداد کا تعلق ہے تو 7 اکتوبر کو حماس کے حملے کے فوراً بعد ہی امریکہ نے 100 بلین ڈالرز کا اعلان اسرائیل اور یوکرائن کے لیے کر دیا تھا ۔ یوکرائن کو ساتھ نتھی اس لیے کیا گیا تاکہ کانگریس کے لوگ یوکرائن کی وجہ سے اس کو جلدی منظور کر دیں ۔ اسی طرح اسلحہ کے بھرے ہوئے 160 سے زائد بحری جہاز اسرائیل پہنچائے جا چکے ہیں جن میں سے 35 جہاز امریکہ کے ہیں باقی زیادہ تر یورپی ممالک کے ہیں ۔ اسرائیل کی مدد کے لیے یونان اور دیگر یورپی ممالک کے اڈے بھی استعمال ہو رہے ہیں ۔ جبکہ مسلمان ممالک کا کردار انتہائی افسوسناک ہے ۔ UAE سمیت بعض ممالک حماس کو موردِ الزام ٹھہرا رہے ہیں ۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کا خون بہانے کے لیے، ان کے گھروں کو مسمار کرنے کے لیے مسلمان ممالک کی فضائی حدود استعمال ہو رہی ہیں ۔ مصر نے رفاہ کا راستہ بند کر دیا ہے تاکہ غزہ تک امداد نہ پہنچ سکے ۔ حالانکہ اس امداد میں کھانے پینے کی چیزیں اور ادویات ہیں ۔ افسوسناک صورتحال یہ ہے مسلمان ممالک اسرائیل کے خلاف عملی اقدام کیا کرتے اُلٹا اس کی مذمت بھی کھل کر نہیں کر سکے ۔ مسلم ممالک کے حکمران چاہتے ہیں کہ جنگ کی فضا ختم ہو اور وہ پہلے کی طرح اسرائیل کے ساتھ محبت کی پینگیں بڑھا سکیں ۔ شاعر نے کہا تھا: حمیت نام ہے جس کا گئی تیمور کے گھر سے ۔ آج یہ شعر تمام مسلمانوں پر فٹ ہو رہا ہے ۔ اس لیے کہ یہ صرف غزہ کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ پورے عالم اسلام کا مسئلہ ہے ۔ مسلم حکمران سمجھتے ہیں خاموش رہنے سے شاید وہ بچ جائیں گے حالانکہ ایسا نہیں ہے ۔ مجھے یہ جنگ پھیلتی ہوئی نظر آ رہی ہے ۔ ایسا لگ رہا ہے کہ امریکہ یوکرائن اور افغانستان میں جو مسائل پیدا کر رہا ہے اس کی وجہ سے یہ جنگ جلد پھیلے گی اور پاکستان بھی خود بخود اس جنگ کی زد میں آئے گا ۔ تازہ ترین خبروں کے مطابق روس کے صدر پیوٹن سعودی عرب گئے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سعودی عرب کو کھڑا کرنے کی کوشش ہے کیونکہ روس تو نہیں چاہتا کہ امریکہ اپنے مقاصد حاصل کرتا چلا جائے ۔

سوال: یہ بات بڑی حد تک واضح ہو چکی ہے کہ اسرائیل انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں کر رہا ہے ۔ کیا مسلمان ممالک کو اسرائیل کے خلاف عالمی عدالت کا دروازہ نہیں کھٹکھٹانا چاہیے؟

رضاء الحق: انتہائی اہم بات ہے کیونکہ اسرائیل نے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت غزہ میں نسل کُشی کا سلسلہ شروع کر دیا ہے ۔ عالمی سطح پر انسانی حقوق کا دن بھی منایا جاتا ہے، بچوں اور عورتوں کے عالمی دن بھی منائے جاتے ہیں لیکن فلسطین کے معاملے میں یہ حقوق کسی این جی او کو نظر نہیں آتے ۔ ابھی فلسطین میں بچے اور عورتیں بھوک، بیماری اور شدید سردی کی وجہ سے بہت بڑے المیہ سے دوچار ہونے والے ہیں ۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن نے بھی اس پر تشویش کا اظہار کیا ہے ۔ یہ جس جس عالمی ادارے کا آپ نے ذکر کیا: انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس، انٹرنیشنل کریمنل کورٹ وغیرہ یہ سب صہیونیوں کے ہی آلہ کار ہیں ۔ ICC کا پراسیکیوٹر کریم خان ایک قادیانی ہے جس کا بیک گراونڈ یہ ہے کہ چند سال قبل اس کی جگہ پر ایک نائیجیرین خاتون فاطو بن سودا ICC کی پراسیکیوٹر تھیں ۔ اُنہوں نے عراق اور افغانستان میں امریکی افواج کے جنگی جرائم کے خلاف کیس شروع کیا ۔ عالمی طاقتوں نے مل کر ایسی سکیم چلائی کہ اس خاتون کو ہٹا کر اس کی جگہ اس قادیانی کریم خان کو لے آئے ۔ یاد رہے کہ کچھ عرصہ قبل جب نریندر مودی نے اسرائیل کا دورہ کیا تھا تو اس کے استقبال کے لیے نیتن یاہو کے ساتھ قادیانیوں کا مقامی سربراہ بھی موجود تھا ۔ اس کریم خان نے بھی چند دن قبل اسرائیل کا دورہ کیا ہے اور وہاں انہوں نے حماس کے خلاف جنگی جرائم کا کیس کھولنے کا منصوبہ تیار کیا ہے ۔ المیہ کی بات یہ ہے کہ امت مسلمہ آج تک متبادل ادارے نہیں بنا سکی ۔ ہمارا کوئی معاشی فنڈ نہیں ہے جو IMF کے مقابلے میں مسلمان ممالک کی مدد کر سکے تاکہ مسلمان ممالک باطل کی غلامی سے آزاد ہو سکیں ۔ نہ ہی مسلمانوں کے پاس کوئی ایسا عسکری ادارہ ہے کہ جہاں مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہو تو وہاں کی مدد کر سکے ۔ نہ کوئی عدالتی فورم ہے جہاں عراق، افغانستان، فلسطین، کشمیر، بھارت، برما، سنکیانگ، چیچنیا کے مسلمان جا کر کوئی کیس لڑ سکیں ۔

> **ICC کا پراسیکیوٹر ایک قادیانی کریم خان ہے ۔ اس نے چند دن قبل اسرائیل کا دورہ کیا ہے اور وہاں اسرائیل کے ساتھ مل کر اس نے حماس کے خلاف جنگی جرائم کا کیس کھولنے کا منصوبہ تیار کیا ہے ۔**

سوال: سعودی عرب کی قیادت میں ایک نام نہاد فورس بنی تو تھی جس کی قیادت جنرل راحیل شریف کر رہے ہیں ۔ اس نے آج تک مسلمانوں کے لیے کچھ نہیں کیا؟

رضاء الحق: اس فوج کے چار بنیادی اہداف رکھے گئے تھے ۔ ان میں سے ایک ہدف یہ تھا کہ جو وہاں کی بادشاہت ہے اس کی حفاظت کی جائے گی ۔ یہ باقاعدہ اس کے منشور میں شامل تھا اور ان کی پالیسی سٹیٹمنٹ میں بھی یہ بات آئی تھی کہ مسلمان ممالک میں جو انتہا پسندی ہے اس کو ختم کرنے کے لیے کام کیا جائے گا ۔ یہاں سے آپ اندازہ لگا لیں کہ اس فوج کا مقصد کیا تھا ۔ حالانکہ اس امت کو چنا ہی اس مقصد کے لیے گیا تھا کہ یہ مختلف مدارج میں جہاد کرے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ﴾ (الحج: 78)

’’اور جہاد کرو اللہ کے لیے جیسا کہ اُس کے لیے جہاد کا حق ہے ۔ اُس نے تمہیں چن لیا ہے ۔‘‘

ماضی کی امت مسلمہ کو معزول کر کے یہ ذمہ داری اس امت کو دی گئی تھی مگر آج اس کی حالت یہ ہے ۔ لہٰذا جب تک مسلمان خود نہیں اُٹھیں گے تب تک ہم ICC یا ICJ سے کیا امید لگا سکتے ہیں ۔

سوال: اطلاعات یہ ہیں کہ یمن کے حوثیوں نے اسرائیل اور امریکہ کے بحری اڈوں اور اثاثوں کو نشانہ بنانے کا دعویٰ کیا ہے ۔ کیا یمن کے حوثی اور ایران اسرائیلی جارحیت کے خلاف کوئی قابل ذکر عملی اقدام اٹھا پائیں گے؟

ڈاکٹر انوار علی: یہ کہنا قبل از وقت ہوگا کہ ان کے حملے امریکہ اور اسرائیل پر کتنے اثر انداز ہو سکتے ہیں ۔ یہ ضرور ہے کہ ان میں امریکہ اور اسرائیل کے خلاف نعرے بازی وغیرہ سارا کچھ ہوتا ہے لیکن اس سے بڑھ کر آج تک کچھ نہیں دیکھا گیا ۔ ابھی تک جو انہوں نے حملے کیے ہیں وہ تجارتی جہازوں پر کیے ہیں جن میں ملٹری فورسز نہیں تھیں لیکن جہاں انہیں حملے کرنا چاہئیں وہاں ابھی تک کوئی ایسا عملی اقدام نہیں کیا ۔ امریکہ کی تجزیہ نگار نے ایک تازہ رپورٹ شائع کی ہے کہ حوثیوں اور ایران سے اسرائیل کو کوئی خطرہ نہیں ہے ۔ حوثیوں کی زیادہ تر سرگرمیاں تو مسلمان ممالک کے خلاف ہی نظر آتی ہیں ۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے انہیں دہشت گرد قرار دے کر ان پر پابندیاں لگا دی تھیں لیکن جو بائیڈن نے آتے ہی ان کو دہشت گردوں کی فہرست سے نکال دیا ۔ باقی فلسطین کے حوالے سے ان کا رول

بیانات کی حد تک تو مستحسن ہے لیکن عملی طور پر کوئی امید نہیں لگائی جاسکتی۔

سوال: پاکستان کے نگران وزیراعظم نے کہا ہے کہ مسئلہ فلسطین کا حل دو ریاستی فارمولا ہے۔ دو ریاستیں اگر قائم ہوتی ہیں تو کیا فلسطینی اسرائیلی جارحیت سے نجات پا سکیں گے؟

ایوب بیگ مرزا: ایک وقت تھا بنی اسرائیل امتِ مسلمہ کے منصب پر فائز تھے۔ تب بھی ان کی نافرمانیاں تاریخ میں آپ دیکھیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہوتے ہوئے کبھی بچھڑے کی پوجا کر رہے ہیں، کبھی جہاد سے صاف انکار کر رہے ہیں، آسمانی رزق مل رہا تھا تو اس پر ناشکری کر رہے تھے، یہاں تک کہ قرآن پاک ہمیں بتاتا ہے کہ انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کا ناحق قتل کیا۔ لہٰذا ایک وقت آیا کہ یہ اس منصب سے معزول کر دیے گئے۔ اس سے قبل ان کو آخری موقع دیا گیا کہ وہ اللہ کے آخری نبی ﷺ پر ایمان لے آئیں جن کی پیشین گوئی ان کی کتابوں میں کی گئی تھی۔ لیکن یہ اپنے تکبر اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اُمتِ مسلمہ کے مرتبے سے معزول کر دیے گئے۔ لہٰذا اب ان کا حق یروشلم پر نہیں رہا۔ پھر یہ کہ معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں نبی اکرم ﷺ نے پہلے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت کی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اب بیت المقدس کا انتظام مسلمانوں کے ہاتھ میں دے دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو دو ریاستی حل بنتا ہی نہیں۔ صرف فلسطین کا حق ہے۔ اسی طرح دنیوی قانون کے مطابق بھی UNO کہتا ہے کہ مقدس مقامات پر مسلمانوں کا حق ہے۔ اس ساری صورتحال میں دو ریاستی فارمولا زبردستی کا حل ہے۔ جہاں تک اسرائیلی جارحیت سے فلسطینیوں کی نجات کا سوال ہے تو اگر دو ریاستیں بن بھی گئیں تو اسرائیل اپنے عزائم کی وجہ سے جارحیت سے پیچھے کبھی نہیں ہٹے گا۔ مغربی کنارہ کی مثال ہمارے سامنے ہے، اسی طرح وہ لبنان پر بھی حملے کر رہا ہے۔ ان کا اصل ہدف گریٹر اسرائیل کا قیام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسرائیلی عہدیدار اور عام شہری بھی سرے عام یہ کہہ رہے ہیں کہ فلسطینیوں کو ختم کر دو، ایٹم بم گرا دو۔ ان حالات میں دو ریاستی فارمولا کوئی حل نہیں ہے۔ ہمارے وزیراعظم کو تو شاید پتا ہی نہیں کہ مسئلہ کی بنیاد کیا ہے لیکن جو عرب حکمران جانتے ہیں وہ بھی چاہتے ہیں کہ کسی طرح مصیبت ٹل جائے۔ اس لیے وہ بھی دو ریاستی حل کے حامی ہیں جبکہ اسرائیل کے جو عزائم ہیں ان کے مطابق دو ریاستی حل تو دور کی بات یہ عرب ریاستیں بھی اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکیں گی۔ لہٰذا ہمیں تمام حقائق کو مدنظر رکھ کر موقف پیش کرنا چاہیے۔

سوال: کیا یہ المیہ نہیں ہے کہ ایک طرف اسرائیل کے غزہ پر انسانیت سوز مظالم جاری ہیں دوسری طرف متحدہ عرب امارات میں عالمی ماحولیاتی کانفرنس کا انعقاد کیا جا رہا ہے جس میں 190 ممالک کے عہدیداران شرکت کر رہے ہیں۔ دنیا پر جنگ مسلط کرنے والے ممالک کا ماحول کے تحفظ کے لیے اکٹھا ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟

ڈاکٹر انوار علی: اس معاملے کو اس انداز سے بھی دیکھئے کہ ایک طرف جنگ میں ہمارے مسلمان بھائی، بہنوں اور بچوں کے پرخچے اڑائے جا رہے ہیں اور دوسری طرف کرکٹ کا ورلڈ کپ کھیلا جارہا تھا۔ ہم پاکستان پر غصہ نکالتے ہیں کہ پاکستانی ٹیم واپس کیوں نہیں آئی، لیکن میں کہوں گا کہ افغانستان کی ٹیم واپس کیوں نہیں آئی، وہاں تو اس وقت ایک اسلامی حکومت ہے۔ اصل میں یہ ساری چیزیں ایک بیک گراونڈ رکھتی ہیں۔ یہ بین الاقوامی ایشوز ہیں، چاہے ورلڈ کپ ہو یا یہ COP کانفرنس ہو، عالمی سطح کے اس طرح کے معاملات میں شامل ہونا حکومتوں کی مجبوری ہوتی ہے۔ COP کانفرنس کے انعقاد UNO کے تحت شروع ہوا تھا۔ یہ پوری دنیا میں ہوتی رہی ہیں اور ماحولیاتی تبدیلیوں کے حوالے سے آگاہی اور اقدامات کے حوالے سے ان کا بڑا مثبت رول رہا ہے۔ لیکن ان حالات میں کہ ایک طرف بچوں اور عورتوں کو خون میں نہلایا جا رہا ہو اور دوسری طرف ماحولیاتی تبدیلیوں کے حوالے سے کانفرنس کا انعقاد کیا جائے، یہ تو انسانیت سوز المیہ ہے کہ انسانی جانوں کو اتنی بھی اہمیت نہیں دی جا رہی۔ یہ ذہنیت بڑی خطرناک ہے جس میں عرب حکمران بھی ملوث ہیں۔ ایسی حکومتوں سے ہم کیا امیدیں لگائیں۔

سوال: عالم اسلام کو مسئلہ فلسطین کے حل کے لیے اور اسرائیلی جارحیت کے خاتمے کے لیے کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے؟

رضاء الحق: اصل بات یہ ہے کہ ہمارے کرنے کے کام کیا ہیں۔ ابھی 6 دسمبر کو اسلام آباد میں ایک قومی سطح کا کنونشن ہوا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ نے کنونشن کے لیے اپنے ویڈیو پیغام میں ان نکات کو سب کے سامنے رکھا ہے۔

اول یہ کہ دعاؤں کا اہتمام کریں۔ اگر کوئی کچھ بھی نہیں کر سکتا وہ کم از کم دعا تو کر سکتا ہے۔ پھر یہ کہ اجتماعی سطح پہ قنوت نازلہ کا اہتمام کیا جائے۔ بنی اسرائیل کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تاکہ ہمارے concepts clear ہوں کہ مسئلہ فلسطین اصل میں ہے کیا؟ مسلمانوں کے لیے کیوں اہم ہے اور یہودیوں کے کیا عزائم ہیں؟ ان کا ماضی کیا ہے؟ قرآن، احادیث اور تاریخ میں یہ چیزیں موجود ہیں جب ہم اپنے گھروں میں بھی اس چیز کا اہتمام کریں گے تو ہماری نوجوان نسل میں آگاہی اور شعور پیدا ہوگا اور ان کے اندر جذبہ جہاد اور شوق شہادت پیدا ہوگا جو کہ مومن کی قیمتی متاع ہے۔ انفرادی یا اجتماعی سطح پر جہاں جہاں بھی اسرائیل کی مذمت کی جاسکتی ہے اس کے لیے ہر ذریعہ استعمال میں لایا جائے۔ اسرائیل کے خلاف پُرامن احتجاج، ریلیوں اور مظاہروں کا اہتمام کیا جائے۔ یہودی کمپنیوں کی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے۔ غزہ کے اندر جو ہمارے مسلمان بھائی، بہن، بچے ہیں ان کی مالی امداد بھی کی جائے۔ اس حوالے سے تنظیم اسلامی کا اپنا تو کوئی اکاونٹ نہیں ہے لیکن الخدمت فاؤنڈیشن، خبیب فاؤنڈیشن اور دار العلوم کراچی تین اداروں کا نام تجویز کیا ہے۔ پھر یہ کہ اپنے حکمرانوں کو غیرت دلائیں۔ پاکستان واحد اسلامی ایٹمی ملک ہے، اس کے پاس بہترین فوج ہے اور میزائل ٹیکنالوجی ہے۔ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ اسرائیل پر فوری حملہ کر دیں لیکن جو اخلاقی سپورٹ ہم فلسطینیوں کی کر سکتے ہیں وہ تو کریں۔ OIC کے مینڈیٹ میں بھی یہ چیز موجود ہے کہ فلسطینیوں کی اخلاقی سفارتی، مالی اور عسکری مدد کرنا ہر مسلمان ملک کی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا ہمارے حکمران اور مقتدر لوگ ان ذمہ داریوں کو تو پورا کریں۔ احادیث میں خبریں موجود ہیں کہ قیامت سے قبل کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب ہوگا۔ یہ ہمارے کرنے کا کام ہے اس کے اندر اپنا حصہ ڈالیں۔ اقامت دین کی جدوجہد میں حصہ لیں۔ یعنی وہ دین جو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نبی کریم ﷺ کے ذریعے عطا کیا اس کو ہم اپنے اوپر لاگو کریں، پھر اس

یہ ضرور ہے کہ یمن کے حوثیوں اور ایران میں امریکہ اور اسرائیل کے خلاف نعرے بازی وغیرہ سارا کچھ ہوتا ہے لیکن اس سے بڑھ کر آج تک کچھ نہیں دیکھا گیا۔

کی دعوت دوسروں کو دیں اور پھر اس کو قائم کرنے کی جدوجہد کریں۔ یہ کام کریں گے تو ان شاءاللہ وہ وقت دور نہیں جب مسلمانوں کو دوبارہ اللہ کی مدد حاصل ہوگی۔

ایوب بیگ مرزا: عوامی سطح پہ یقینی طور پر کوئی بہت بڑا عملی قدم اٹھانا ممکن نہیں ہے سوائے اس کے کہ ہم دعا کرسکتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ مالی مدد کرسکتے ہیں۔ حکومت جب ٹیکس بڑھاتی ہے، مہنگائی میں اضافہ ہوتا ہے یا سیاسی ایشو ہوتا ہے تو عوام سڑکوں پر نکلتے ہیں تو اپنے مسلمان بھائی بہنوں پر ہونے والے مظالم کے خلاف کیوں نہیں نکلتے۔ اگر عوام مظاہروں کے ذریعے یا تحریک کے ذریعے حکمرانوں کو احساس دلا دیں کہ ان کی کرسی اب خطرے میں پڑنے والی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ کوئی قدم اُٹھانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ جب تک عوام سڑکوں پر نہیں نکلیں گے اور حکومت کو نہیں بتائیں گے کہ آپ کے یہ کرنے کے کام ہیں اس وقت تک حکمران کچھ نہیں کریں گے۔

❁❁❁

دعائے مغفرت
انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن، گجرات کے دیرینہ رفیق میاں محمد لطیف وفات پاگئے۔
برائے تعزیت (بیٹا): 0345-6925671

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، ڈیرہ اسماعیل خان کے رفیق محترم عبدالرشید کے والد وفات پاگئے۔
برائے تعزیت: 0345-3477552

☆ حلقہ سکھر کے منفرد رفیق محترم میجر ریٹائرڈ طاہر محمد میراں کی ہمشیرہ وفات پاگئیں۔
برائے تعزیت: 0303-5552029

☆ حلقہ ملتان کینٹ کے رفیق محمد علی کے بڑے بھائی وفات پاگئے۔
برائے تعزیت: 0308-7413055

☆ حلقہ پنجاب جنوبی کے معاون خواجہ اشتیاق احمد صدیقی کے بہنوئی وفات پاگئے۔
برائے تعزیت: 0321-6300851

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

تنظیم اسلامی کا پیغام — خلافتِ راشدہ کا نظام
بانی تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ — امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ
اسلام کا جھنڈا ایلیا (یروشلم) پر لہرائے گا
ان شاءاللہ! (سنن ترمذی)
تنظیمِ اسلامی www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا پیغام — خلافتِ راشدہ کا نظام
بانی تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ — امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ
اسرائیلی مظالم کا توڑ — اسلامی ایٹمی پاکستان
تنظیمِ اسلامی www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا پیغام — خلافتِ راشدہ کا نظام
بانی تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ — امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ
مسلمان ممالک فلسطینیوں کی سیاسی، سفارتی اور مالی مدد کے ساتھ عسکری مدد بھی کریں
تنظیمِ اسلامی www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا پیغام — خلافتِ راشدہ کا نظام
بانی تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ — امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ
انسانی حقوق کے نام نہاد علمبرداروں کی غزہ کے مسلمانوں کی نسل کشی پر خاموشی شرمناک ہے
تنظیمِ اسلامی www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا پیغام — خلافتِ راشدہ کا نظام
بانی تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ — امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ
اے ایمان والو!
یہود و نصاریٰ کو اپنا دلی دوست نہ بناؤ
(سورۃ المائدہ: 51)
تنظیمِ اسلامی www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا پیغام — خلافتِ راشدہ کا نظام
بانی تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ — امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ
اسرائیل کی سہولت کار کمپنیوں کی مصنوعات کا مکمل اور مستقل بائیکاٹ کیا جائے
تنظیمِ اسلامی www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا پیغام — خلافتِ راشدہ کا نظام
بانی تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ — امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ
دو ریاستی فارمولا اسرائیل کو تسلیم کرنا ہے
تنظیمِ اسلامی www.tanzeem.org

تھرتھراتا ہے جہانِ چارسوے ورنگ وبو

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

دکھ اور تکلیف میں والدین، بزرگوں کی یاد ستائے تو عجب کیا! کچھ ایسا ہی معاملہ غزہ نے بنا رکھا ہے۔ غم اور خوشی کا عجب امتزاج ہے۔ ایسے میں بابا آدم علیہ السلام یاد آئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کے موقع پر مورثِ اعلیٰ آدم علیہ السلام سے ملے۔ آپؐ دائیں جانب دیکھتے تو خوش ہوتے اور بائیں جانب دیکھتے تو روتے۔ بتایا گیا کہ یہ نسلِ آدم سے نیک لوگوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور برے لوگوں کو دیکھ کر روتے ہیں۔ چشمِ تصور دیکھتی ہے قطار اندر قطار شہدائے غزہ، خاندان در خاندان فرش تا عرش خوشبوئیں بکھیرتے چلے جا رہے ہیں۔ زمین زندہ انسانوں سے خالی ہوتی جا رہی ہے! تاہم جس ڈھب سے یہ جا رہے ہیں وہ شان کچھ ایسی ہے کہ اقبالؔ کو یاد کیے بغیر چارہ نہیں:

گرم ہو جاتا ہے جب محکوم قوموں کا لہو
تھرتھراتا ہے جہانِ چارسو ورنگ وبو!

آج اس لکھے کی تعبیر ہر چشمِ بیدار دیکھ رہی ہے۔

75 سال سے محکومی کی ذلت کا ہر ذائقہ جس قوم کو چکھایا گیا، وہ امت کی آستینوں میں بت دیکھتی دیکھتی تن بتقدیر اٹھ کھڑی ہوئی نتائج وعواقب سے بے پرواہ۔ جھنڈے پہ لکھا کلمہ اور حسبنا اللہ ونعم الوکیل ہی ان کی اصل قوت ہے۔ قیادت بھی وہ میسر تھی کہ:

ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر وموجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخِ دوست،
زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے!
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

کیا اہلِ غزہ اس کے سوا بھی کچھ ہیں؟ انہوں نے مذاکرات کی میزوں پر بیٹھے عرب ممالک شام، مصر، اردن، لبنان کو میڈرڈ (اسپین) میں امریکا روس اسرائیل سے مل بیٹھ کر فلسطین کا مقدر 1991ء میں طے کرتے دیکھا، جس سے اسرائیل تسلیم کرنے کی راہ ہموار ہوئی۔ جسے فلسطینی رہنماؤں نے قدس کی فروخت کا نام دیا۔ مسلم ممالک نے مسئلہ فلسطین کو ہمیشہ سیاسی نسلی رنگ دینے کی کوشش کی تاکہ قبلۂ اول مسلمانوں کے ذہن سے محو رہے۔ صرف 'مسئلہ فلسطین' نمایاں ہو۔ اگلی کہانی اوسلو معاہدے کے نام پر 1994-95ء میں دو ریاستی حل کے نام پر اسرائیل کا تسلط اور ناجائز قبضہ قبول کر لینے کی تھی جو فلسطینیوں کے لیے ناقابلِ قبول رہا۔ قائداعظم نے قیامِ پاکستان پر اسرائیل کا قبضہ رد کرنے کی پالیسی ہمیں دے دی تھی۔ گویا وہ دریا سے سمندر تک فلسطینیوں کے لیے، کا نعرہ لگا گئے تھے! اسی لیے حماس قیادت پاکستان سے توقعات رکھتی ہے! قبلۂ اول پر یوں ضرب لگائی اور قبلۂ دوئم پر تسلسل سے یہود ونصاریٰ نے اپنی گرفت مضبوط کرنے کو پہلے حجاز کی مقدس سرزمین پر امریکی فوجیں اتاریں اور پھر چل سو چل۔ ٹرمپ کے دور سے باضابطہ ٹرمپی داماد کشنر کے ذریعے سب کچھ بدل ڈالنے کی شروعات 2018ء میں ریاض کانفرنس سے ہوئیں اور اسرائیل سے مسلم ممالک کے تعلقات، معاہدات پر منتج ہوئیں۔ امریکی سفارت خانہ تل ابیب سے یروشلم منتقل کر کے ہر آنے والا دن اقصیٰ سے مسلمانوں کو بے دخل کرنے کا تھا۔ نماز ادا کرنے پر بندش۔ نماز جمعہ کی حاضری 60,70 ہزار سے اب 5 ہزار پر آ گئی۔ مغربی کنارے، مشرقی قدس میں بڑھتے تشدد چھاپے اغوا کاری اور مظالم، فلسطینی آواز دبانے اور اقصیٰ پر قبضے کی تیاری بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

75 سال کے جبر وظلم اور مقدسات پر دست درازی پر محکوم، مقید اہلِ غزہ احساسِ زیاں کی تپش کی تاب نہ لاتے ہوئے لاوے کی طرح پھٹ پڑے۔ اللہ نے مکر وفریب کے سانپوں (لاٹھیوں اور رسیوں) کے مقابل حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: الق مافی یمینک... جو کچھ تیرے دائیں ہاتھ میں ہے پھینک دے! اللہ کا غلام بس اسی کا مکلف ہے۔ اس کے بعد کا وعدہ ہے: ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ! سو 7 اکتوبر کا معجزاتی حملہ عصائے موسیٰ علیہ السلام بن کر انبیاء کرام علیہم السلام کے قاتلوں، انسانیت کے ناسور اسرائیل پر ٹوٹ پڑا۔ سارے طلسم ٹوٹ گئے۔ سب سے پہلے تو اسرائیل کا ناقابلِ تسخیر ہونا، دنیا کی چوتھی بڑی عسکری طاقت۔ سیٹلائٹوں اور اعلیٰ ترین جاسوسی نیٹ ورک کا حامل۔ موساد کی عالمی دھاک۔ زمین پر رینگتی چیونٹی دیکھنے کی صلاحیت گھپ اندھیروں میں! ابابیلی پرندے بنے بے نوا حماسی قیامت بن کر اسرائیلی فوجی بیس پر ٹوٹ پڑے کلاشنکوفیں لیے۔ اسلحے سے لدی بیس، افرادی قوت موجود اور بیس کمانڈر کرنل مارا گیا! پورا اسرائیل افراتفری کی نذر۔ چیخ وپکار۔ ہر اسرائیلی دو، دو پاسپورٹ اور شہریتیں رکھتا ہے۔ سو اسرائیل چھوڑ کر 4 لاکھ 70 ہزار اسرائیلی جا چکے جنگ کے بعد۔ (انادولو ایجنسی بحوالہ Zman میگزین: 8 دسمبر) دنیا کے سامنے سارے بھرم ٹوٹ گئے۔ رسیاں اور لاٹھیاں رہ گئیں۔ خوف ہوا ہو گئے۔ نیتن یاہو نے فرعونیت کا کوڑا معصوم شہریوں پر برسایا۔ مغربی قیادت کی مکمل بے حسی قابلِ نفرت ہے۔ حقوقِ انسانی، جمہوریت، آزادیٔ اظہار، جنیوا کنونشنز، جنگی جرائم سے مکمل بے اعتنائی کا رویہ، پانی، بجلی، ادویہ، خوراک کی بندش، معصوم بچوں عورتوں کا خون، ہسپتالوں اسکولوں پر اندھا دھند بمباری۔ غرض امریکا برطانیہ فرانس کینیڈا سب کے ہاتھ خونیں ہیں۔ جسے وہ اسرائیل کا حقِ دفاع کہہ رہے ہیں، بمباری سے فلسطینی آبادی کا خاتمہ ہے۔ تاہم اب چارسو جہانِ رنگ وبو، بقول اقبال کے تھرتھرا اٹھا۔ میڈیا پر کنٹرول بھی جدید دنیا میں پہلی مرتبہ اسرائیل، امریکا، یورپ سبھی کھو بیٹھے۔ غلام بنائی گئی قوم جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر دیوانہ وار کیا اٹھی، طلسم زدہ دنیا کی آنکھیں کھل گئیں۔

ہر قوم کے افکار میں پیدا ہے تلاطم، مشرق میں ہے فردائے قیامت کی نمود آج! 75 سال ہر ظلم، بھیڑ بکریوں کے ریوڑ بنا کر ایک قوم کو ان کی سرزمین سے باہر ہانک کر، ان کا ذبیحہ اسرائیل نے حلال جان لیا تھا۔ 21 ویں صدی کی نام نہاد روشنی میں جو مظالم آج قتلِ انسانی، عزت وآبرو کے تقدس کی پامالی۔ صحافیوں، ڈاکٹروں، علم والوں کا بدنی قتل، 4 تا 8 سالہ بچوں کی مجرموں کی طرح گرفتاری اور تشدد۔ گولیاں برسا کر 8 اور 15 سال کے بچے مار ڈالنے۔ چھاپوں میں 16,18 سال کی پاکیزہ لڑکیاں اٹھا کر لے جانا۔ غرض درندگی کے ناقابلِ تصور ارتکاب پر بھی امریکا، یورپی قیادت کی اسرائیل کی سفاکانہ پشت پناہی نے ان چہروں کے نقاب اتار دیے۔ یہ امریکی جنگ ہے پسِ پردہ۔ وہ اسلحہ روک دے تو جنگ رک جائے۔ غزہ تباہ کرنے کی

قرارداد صرف ویٹو نہیں کی، شہریوں کے صفائے کے لیے 45ہزار گولے فراہم کیے۔ 8ہزار بچوں کا قاتل امریکا ہے۔ ممنوعہ ہتھیار جس طرح امریکا نے عراق افغانستان میں استعمال کیے وہی یہاں بھی ہے۔ پاکستان غزہ پر زبانی جمع خرچ کر کے اعلیٰ امریکی وفود سے افغانستان سے لاحق خطرات سے نمٹنے کے لیے ملاقاتیں کر رہا ہے۔ مسلمانوں کے قاتل سے؟ 80ہزار پاکستانیوں کی قربانی کے بعد از سر نو وہی تیاری؟ اللہ کی مدد پر بھروسا غزہ سے سیکھیں۔ امریکا اسرائیل کیمپ کا حصہ بننے سے گریز لازم ہے۔ مت بھولیں کہ بائیڈن کی 90فیصد کابینہ یہودی ہے! پاکستان دوست؟

حاکم اسی وقت تک مضبوط و توانا رہتا ہے جب تک قوم اس سے خوفزدہ رہتی ہے۔ اہل غزہ کی بے خوفی اور بیدار قوم نے اسرائیل کے وجود پر وہ چرکے لگائے ہیں کہ وہ لرزاں و ترساں ہے۔ امریکا اس کی کانپتی ٹانگوں کو حوصلہ دینے کو دو ماہ میں 10ہزار ٹن فوجی ساز وسامان دے چکا ہے۔ کیونکہ یہ سبھی استعماریے اور ان کے حواری مسلم ممالک جانتے ہیں کہ حماس کی زندگی میں ان سبھی کی موت ہے۔ دنیا کی سرمایہ دار استحصالی قوتوں کی قلعی حماس اور اہل غزہ نے کھول دی ہے۔ نیویارک میں ایک مرتبہ پھر بھاری بھر کم مظاہرہ ہوا جس میں وال اسٹریٹ بلاک کرنے کا عزم ظاہر کیا گیا۔ اگر یہ صرف نعرہ نہ تھا تو یہ ستمبر 2011ء میں امریکا کے معاشی مرکز میں تزلزل پیدا کرنے والی تحریک 'وال اسٹریٹ پر قبضہ کرو' کی بازگشت ہے۔ وہ تحریک معاشی عدم مساوات، تجارتی اداروں، بڑی سرمایہ دار کمپنیوں کی حرص و ہوس اور استحصال، سیاست میں سرمائے کی کارفرمائی کی بنا پر 99فیصد آبادی کی سماجی معاشی محرومیوں کے خلاف ایک توانا آواز تھی۔ غزہ میں بہتے ابلتے خون نے پوری دنیا میں بیداری کی لہر دوڑا دی ہے۔ ضربِ پیہم سے ہو جاتا ہے آخر پاش پاش، حاکمیت کا بتِ سنگیں دل و آئینہ رو! کمزور فلسطینی قوم نے اپنے عزم و ثبات کی ضربِ پیہم سے ظالم آقا کا بت، پتھر کا دل اور شیشے کا حسین چہرہ کرچی کرچی ریزہ ریزہ کر دیا۔ چہار جانب اسلحے سے لدے مسلم ممالک سے ایک گولی، ایک توپ کا گولا بھی غزہ کے دفاع کو نہ ملا۔ امریکا نے ایٹمی طاقت، مسلح ترین اسرائیل کے لیے C-17 اور بحری جہاز لادلاد کر ڈھیر لگا دیے۔ آہ! امت کی بے اعتنائی!

❁ ❁ ❁

مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْر

اِنْ شَآءَ اللّٰہ

کل وقتی 25روزہ

قرآن فہمی کورس

پھر سوئے حرم لے چل

8جنوری تا 31جنوری 2024ء

شرکت کے خواہش مند حضرات اپنا نام رجسٹر کروائیں

● قیام و طعام کی سہولت ● صاف ستھرا ماحول

کورس کی تدریس اور کتب پر کوئی معاوضہ نہیں ہے

انتظام مقیم

نصاب

- مطالعہ قرآن حکیم
- مطالعہ حدیث رسول ﷺ
- مطالعہ تاریخ اسلام
- مطالعہ کلامِ اقبال
- عربی گرائمر
- محاضرات
- تجوید

برائے رجسٹریشن

قرآن اکیڈمی

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ

047-7630861

0336-6778561

0333-6729758

گوشۂ انسدادِ سود

(گزشتہ سے پیوستہ)

بہر حال وفاقی شرعی عدالت کے سود کے خلاف فیصلہ کے باوجود انتہائی تکلیف دہ بات یہ ہے کہ دنیا بھر اور پاکستان میں ایسے مسلمان بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ سود کے بغیر معیشت چل ہی نہیں سکتی اُنہیں اللہ تعالیٰ کا خوف کرنا چاہیے، کیا اللہ تعالیٰ کسی ایسی شے کو حرام مطلق قرار دے سکتا ہے جو ناگزیر ہو۔ جس کا کوئی متبادل ہی نہ ہو۔ یہ جاہلانہ کلمہ ہے، یہ کافرانہ کلمہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل اور بہت سی دوسری تنظیم اور افراد کی طرف سے ایسا متبادل نظام پیش کیا جا چکا ہے جس سے بلاسود معیشت اور اقتصادی نظام کارفرما کیا جا سکتا ہے۔ ضرورت عزمِ صمیم کی ہے نیک نیتی اور خلوص درکار ہے۔ البتہ اگر ہم اس ضرب المثال کے مطابق کہ چور سے پہلے چور کی ماں کو مارو پر عمل کرتے ہوئے سرمایہ دارانہ نظام کو تہس نہس کرنے کی بھرپور کوشش کریں تو ہمیں یقین واثق ہے کہ سودی نظام مٹی کا گھروندہ ثابت ہوگا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے ستونوں پر کھڑی چھت کے ستون گرادیں تو جو انجام اُس چھت کا ہوگا وہی اِس سودی نظام کا ہوگا۔ ہمیں اِس باطل نظام کا تیا پانچہ کرنے کے لیے مسلسل جدوجہد کرنا ہوگی۔ اس بدترین استحصالی نظام کا خاتمہ اور اسلام کے عادلانہ نظام کے قیام کی مرحلہ وار کوشش ہی ہمارا دنیوی ہدف ہونا چاہیے۔ اگر خدانخواستہ دنیوی اور ظاہری طور پر ہماری جدوجہد کامیاب نہ بھی ہو سکے تب بھی روزِ قیامت اللہ کے ہاں اپنی معذرت تو پیش کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں کو قبول فرمائے اور ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین!

بحوالہ: اداریہ ندائے خلافت، شمارہ نمبر:33، یکم تا 7 صفر المظفر 1444ھ/ 30 اگست تا 5 ستمبر 2022ء

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 601 دن گزر چکے!

مہمان زحمت نہیں' رحمت ہے!

حافظ محمد اسد

موجودہ نظامِ تمدن میں گو مہمان نوازی کی ذمہ داری ہوٹلوں اور ریستورانوں نے اپنے سر لے لی ہے' مگر گزشتہ نظامِ تمدن میں اس کی اہمیت مسلّم تھی اور اب بھی مہمان نوازی مشرقی تمدن کے خمیر میں داخل ہے۔ ہر انسان کسی نہ کسی وقت کسی کا مہمان ہوتا ہے' اس لیے ہماری سوسائٹی میں اس کی حیثیت مبادلہ اخلاق کی صورت اختیار کر گئی ہے مہمان نوازی صرف کاروباری مراسم' رشتے داری نبھانا' شادی بیاہ میں رسماً دعوت پر بلانا وغیرہ کی حد تک محدود ہو گئی ہے۔ اگرچہ گزشتہ مذاہب کی اخلاقی تعلیمات میں مہمان نوازی کا ذکر موجود نہیں ہے' لیکن اہل عرب میں مہمان کا بہت بڑا حق سمجھا جاتا تھا اور مہمان کی خدمت اور حفاظت میزبان اپنا فرض سمجھتا تھا' اسلام آنے کے بعد اس کی اہمیت اور بڑھ گئی۔

قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے:

''(اے پیغمبر ﷺ!) کیا ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کا واقعہ آپ تک پہنچا ہے؟ جب وہ ابراہیم کے پاس آئے تو انہوں نے سلام کہا۔ ابراہیم نے بھی سلام کہا۔ (اور دل میں سوچا کہ) یہ کچھ انجان لوگ ہیں۔ پھر چپکے سے اپنے گھر والوں کے پاس گئے اور ایک موٹا سا بچھڑا لے آئے۔ تو اسے ان مہمانوں کے سامنے رکھا (اور) کہنے لگے: کیا آپ لوگ کھاتے نہیں۔ اس سے ابراہیم نے ان کی طرف سے اپنے دل میں ڈر محسوس کیا۔ انہوں نے کہا: ڈریے نہیں' اور انہیں ایک لڑکے کی خوشخبری دی جو بڑا عالم ہوگا۔''

(الذّٰریٰت: 24 تا 28)

اس واقعہ سے مہمان داری کے متعلق چند آداب ملتے ہیں:

(1) مہمان اور میزبان میں کلام کی ابتدا سلام سے ہونی چاہیے۔

(2) مہمان کے کھانے کا فوری انتظام کرنا چاہیے۔

(3) مہمانوں کے کھانے پینے کا سامان مخفی طور پر نگاہ بچا کر کرنا چاہیے' کیونکہ اگر مہمانوں کو معلوم ہو جائے گا تو از راہِ تکلف وہ اس کو روک دیں گے۔

(4) مہمانوں کے سامنے عمدہ سے عمدہ کھانا پیش کرنا چاہیے' جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام موٹا تازہ بچھڑا ذبح کر کے بھون کر لے آئے۔

(5) مہمانوں سے نہ کھانے کی وجہ انتہائی ادب کے ساتھ پوچھنی چاہیے۔

(6) مہمانوں کے نہ کھانے پر مغموم اور پریشان ہونا چاہیے نہ کہ خوشی محسوس ہو۔

(7) اگر آپ کسی کے مہمان ہیں اور کسی وجہ سے نہیں کھانا چاہتے تو عمدہ الفاظ میں عذر پیش کریں۔

ہمارے ہاں بالخصوص شہری معاشرے میں مہمان کی آمد پر ناگواری محسوس کی جاتی ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے مہمان کا اکرام ایمان کا حصّہ قرار دیا ہے۔ حضرت ابوشریح خویلد بن عمرو الخزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی دستور کے مطابق ہر طرح سے عزت کرے۔'' (صحابہ کرامؓ نے) پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! دستور کے موافق کب تک ہے؟ فرمایا: ''ایک دن اور ایک رات! اور میزبانی تین دن کی ہے' اور جو اس کے بعد ہو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔'' (متفق علیہ)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کے پاس اس حد تک ٹھہرے کہ اسے گناہ گار ہی کر دے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ اسے گناہ گار کیسے کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہ اس کے پاس ٹھہرے حالانکہ اس کی مہمان نوازی کے لیے اس کے پاس کچھ نہ ہو۔'' (رواہ مسلم)

جان لیجیے کہ مہمان داری کرنا نہ صرف ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنّت ہے بلکہ نبی آخرالزماں حضرت محمد عربی ﷺ کی تعلیمات مبارکہ میں بھی اس پر خاص زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ احادیث مبارکہ میں سیدنا ہانیؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ایسا عمل بتائیں جو جنت واجب کر دے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھی بات کرنا اور کھانا کھلانا۔'' (المعجم الکبیر)

آج کے معاشرے میں جہاں سنّت اور احکام دینی کو پس پشت ڈالا جا رہا ہے وہیں مہمان داری اور بالخصوص کھانا کھلانے کی سنّت کو ترک کر دیا گیا ہے۔ خاص طور پر شہری معاشرہ تو مہمان داری گویا جانتا ہی نہیں۔ یہی بنیادی وجہ ہے کہ رزق میں برکت ختم ہوگئی ہے اور تنگ دستی کا رونا ہر خاص و عام کی زبان پر جاری ہے۔ برکت لانے والے اعمال میں سے مہمان داری ایک مستقل سبب تھا جسے ترک کر دیا گیا۔ ان ارشادات مبارک پر غور فرمائیں۔

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ابوذر! جب تم شوربا پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ رکھو اور اپنے پڑوسیوں کو یاد رکھو۔'' (صحیح مسلم)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص مؤمن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔''

(مسند ابی یعلی)

مہمان کی تواضع اپنی حیثیت کے مطابق کرنی چاہیے' مگر اب تکلفات کی وجہ سے مہمان داری کو بوجھ سمجھا جانے لگا ہے۔ چنانچہ اب عمومی طرزِ عمل یہ بن گیا ہے کہ یا تو عمدہ کھانا پیش کرو یا مہمان داری ہی چھوڑ دو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں فاقہ سے ہوں (یعنی کئی دن سے صحیح طرح سے کھانا نہیں ملا ہے)۔ آپ ﷺ نے اپنی کسی زوجہ کی طرف پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس

نے آپ ؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے' میرے پاس پانی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر آپ ﷺ نے دوسری زوجہ کے پاس پیغام بھیجا۔ انہوں نے بھی اسی طرح کہا۔ حتیٰ کہ سب نے یہی کہا: اُس ذات کی قسم جس نے آپ ؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے' میرے پاس پانی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ آخر کار آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص آج رات اس کو مہمان بنائے گا' اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا۔ انصار میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ ﷺ! اس کو میں مہمان بناؤں گا۔ وہ صحابی اس مہمان کو اپنے گھر لے گئے اور انہوں نے بیوی سے پوچھا: تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ بیوی نے کہا: صرف بچوں کا کھانا ہے۔ انہوں نے کہا: بچوں کو کسی چیز سے بہلا دو' جب ہمارا مہمان آئے تو چراغ بجھا دینا اور اس پر یہ ظاہر کرنا کہ ہم بھی کھا رہے ہیں (نہیں تو وہ ہماری غربت دیکھ کر پیٹ بھر کر نہیں کھا سکے گا اور ہمیں بھی اس کھانے میں شریک کرنے کی کوشش کرے گا)۔ پھر وہ سب بیٹھ گئے اور جب کھانا کھانے لگے تو بیوی نے چراغ بجھا دیا اور مہمان نے (اس طرح سے پیٹ بھر کر) کھانا کھالیا۔ جب صبح کو وہ نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے مہمان کے ساتھ جو حسن سلوک کیا اللہ تعالیٰ اس پر بہت خوش ہوا۔" (صحیح مسلم)

پھر یہ مہمان نوازی صرف مسلمانوں کے ساتھ خاص نہیں' بلکہ اگر کوئی غیر مسلم بھی دروازے پر آجائے تو اس کی ضیافت کرنی چاہیے اور اسے پیٹ بھر کر کھلانا پلانا چاہیے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مہمان آیا' جو کافر تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے ایک بکری کا دودھ دوہنے کا حکم دیا' اس نے وہ دودھ پی لیا' پھر دوسری بکری کا دودھ دوہنے کا حکم دیا' اس نے اس کو بھی پی لیا۔ حتیٰ کہ اسی طرح وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ پھر صبح کو وہ اسلام لے آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے پھر ایک بکری کا دودھ دوہنے کا حکم دیا' انہوں نے وہ دودھ پی لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دوسری بکری کا دودھ دوہنے کا حکم دیا تو وہ دوسری بکری کا سارا دودھ نہ پی سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مؤمن ایک آنت میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں پیتا ہے۔" (صحیح مسلم)

حضرت عقبہ بن عامر ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص پاس آئے ہوئے مہمان کی تعظیم و تکریم نہیں کرے گا تو اس کے لیے (عنداللہ) کوئی بھلائی نہیں۔" (مسند امام احمد بن حنبلؒ)

ہمارے اسلاف کا مزاج بھی یہی رہا ہے کہ دعوت اس کی قبول فرماتے جو تکلفات نہ کرتا۔ دراصل دعوت کے لیے اہتمام نہیں' بلکہ اخلاص کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ہم تھوڑی توجہ کریں تو یہ کام تقریباً روزانہ کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر کاروبار کے دوران چائے پلانا ویسے ہی معمول ہوا کرتا ہے تو اس میں ضیافت کی نیت کر لیں۔ پھر ملازم پیشہ اکثر حضرات کھانا ساتھ لے جاتے ہیں تو اسے تھوڑا زیادہ کر لیں اور اپنے ساتھ کسی ساتھی کو شامل کر لیں' کسی ملازم کو بٹھا کر اس کو ساتھ کھلا لیں۔ اس طرح کئی فوائد حاصل ہوں گے۔ ایک یہ کہ کھانے کا حساب نہیں ہوگا' کچھ خرچ بھی خاص نہیں ہوگا اور ابوالانبیاء ابراہیمؑ کی سنت بھی تازہ ہوگی کہ حضرت خلیل اللہ مہمان کے بغیر کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔ پھر مشاہدہ گواہ ہے کہ ایسا معمول رکھنے والے حضرات کے رزق میں برکت اور روز افزوں اضافہ دیکھا گیا ہے۔ اسی طرح لوگوں کو کھانا کھلانے والے افراد جب باقاعدگی سے یہ کام کرتے رہے تو کھانے والوں کی تعداد میں اضافہ ہی کرتے چلے گئے' کبھی کمی نہیں کی۔ یہ وہ برکات ہیں جس سے وہی شخص واقف ہو سکتا ہے جو خالص اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے عمل کرے' دکھلاوا مقصود نہ ہو' جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"(اور کہتے ہیں کہ) ہم تو آپ کو یہ کھانا کھلا رہے ہیں صرف اللہ (کی رضا) کے لیے' ہم آپ سے نہ تو کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ ہی شکریہ۔ ہم تو ڈرتے ہیں اپنے رب کی طرف سے ایک ایسے دن سے جس کی اداسی بڑی ہولناک ہوگی۔" (الدھر:9،10)

مندرجہ بالا آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نیک بندے ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں خاص اس غرض سے کھانا کھلاتے ہیں تاکہ ہمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔ اور بے شک ہمیں اپنے رب عزّوجل سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جس میں کافروں کے چہرے نہایت سخت بگڑے ہوئے ہوں گے' لہٰذا ہم اپنے عمل کی جزا یا شکر گزاری تم سے نہیں چاہتے' بلکہ ہم نے یہ عمل اس لیے کیا ہے تاکہ ہم اس دن خوف سے امن میں رہیں۔ (تفسیر کبیر)

مہمان داری کی اہمیت اور اس کے آداب جان لینے کے بعد اب آخر میں مہمان بننے یعنی دعوت قبول کرنے اور نہ کرنے کے چند اہم اصول یاد رکھنے چاہئیں۔ شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہ اپنے "اصلاحی خطبات" میں رقم طراز ہیں:

"دعوت اس نیت سے قبول کرے کہ یہ میرا بھائی ہے اور مجھے محبت سے بلا رہا ہے' اس کی محبت کی قدر دانی ہو جائے اور اس کا دل خوش ہو جائے۔ دعوت قبول کرنا سنت ہے اور باعث اجر و ثواب ہے۔ مزید فرماتے ہیں: دعوت قبول کرنا اس وقت سنت ہے جب دعوت قبول کرنے کے نتیجے میں کسی معصیت کا ارتکاب اور گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو' مثلاً کسی ایسی جگہ کی دعوت قبول کر لی جہاں گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہو رہا ہے' اب ایک سنت پر عمل کرنے کے لیے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا جا رہا ہے' ایسی دعوت قبول کرنا سنت نہیں۔ آج کل ان میں معصیتیں ہو رہی ہیں' منکرات ہو رہے ہیں' گناہوں کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ "ولیمہ مسنونہ" تو لکھ دیا یہ معلوم نہیں کہ کیا طریقہ ہے۔ چنانچہ بے پردگی ہو رہی ہے' مردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع ہے' گناہوں کا ارتکاب ہو رہا ہے اور اس پر ستم یہ کہ اگر کسی وقت کوئی اللہ کا بندہ اسٹینڈ لے کر خاندان والوں سے یہ کہتا ہے کہ اگر اس گناہ کا ارتکاب ہوگا تو میں اس دعوت میں شریک نہیں ہوں گا تو اُسے دقیانوس اور شدت پسند کا لقب دیا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض حضرات یہ کہہ کر شرکت کر لیتے ہیں کہ ہم خاندان اور معاشرے سے کٹ جائیں گے۔ حضرت فرماتے ہیں: اگر گناہوں سے بچنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خاطر خاندان سے کٹنا پڑے تو کٹ جاؤ' یہ سودا نفع کا ہے۔ جو شخص دین کے اصولوں کے خلاف دعوت رکھے اس کی دعوت قبول کرنا مناسب نہیں بلکہ گناہ ہے۔ اگر خاندان کے کچھ لوگ ڈٹ جائیں تو ان منکرات کو روکا جا سکتا ہے' بصورت دیگر کوئی بعید نہیں کہ مغربی تہذیب کی لعنتیں ہمارے معاشرے پر بھی پوری طرح مسلط ہو جائیں گی۔"

اے اللہ! ہمیں ان تمام باتوں کو سمجھنے اور مہمان کا اکرام کرنے کی توفیق عطا فرما تاکہ ہم ایمان کی اس شاخ سے خوب حصہ پائیں۔ آمین یارب العالمین!

ریاستیں بھی خودکشی کرتی ہیں

وسعت اللہ خان

اسرائیل جس راہ پر گامزن ہے اس کے خود اسرائیل کی بقا کے لیے کیا نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ اسرائیلی فیصلہ ساز اور تجزیہ کار اس بابت کیا کہتے ہیں؟ آج ان ہی کی نگاہ سے دیکھا جائے۔

اسرائیل میں ایک انتہا پسند مذہبی لابی صاف صاف کہتی ہے کہ دریاِ اردن سے بحیرہ روم تک کی جس زمین کا وعدہ ہم سے خدا نے ہزاروں برس پہلے کیا اس زمین میں کسی بھی غیر یہودی کا وجود گوارا نہیں۔ اس لابی کا صیہونیوں سے واحد اختلاف یہ ہے کہ صیہونی ایک بین الاقوامی سرحد کے اندر جدید سیکولر قومی اسرائیلی ریاست چاہتے ہیں جب کہ مذہبی لابی سرحدوں سے بالا وہ تمام خطہ چاہتی ہے جس کا آسمانی وعدہ کیا گیا۔

وقت کے ساتھ ساتھ صیہونیت میں بھی دایاں اور بایاں بازو پیدا ہو گیا۔ کسی زمانے میں بائیں بازو کی لیبر پارٹی ہی سیکولر صیہونیت کی علمبردار تھا اور 1948ء سے 1977ء تک مسلسل اسی کی حکومت رہی۔

مگر 1977ء میں لیخود پارٹی پہلی بار اقتدار میں آئی اور برطانوی نوآبادیاتی ریکارڈ کے مطابق سابق دہشت گرد مینہم بیگن اور ان کے دہشت گرد ساتھی ایتزاک شمیر یکے بعد دیگرے وزیرِ اعظم بنے۔ ان کے بعد ایریل شیرون اور بنجمن نیتن یاہو کا دور آتا ہے۔

لیخود بھی صیہونی نظریے کو اسرائیل کی بنیاد کے طور پر مانتے ہیں مگر بائیں بازو کے برعکس ان کا جھکاؤ انتہائی دائیں بازو کے متشدد گروہوں کی جانب زیادہ ہے۔ اس کی مثال موجودہ حکومت ہے جو خود اسرائیلی تجزیہ کاروں کے نزدیک پچھتر برس میں برسرِ اقتدار سب سے انتہا پسند مذہبی و سیاسی مخلوط حکومت ہے۔

اگرچہ اقوام متحدہ کی قرار دادوں اور بین الاقوامی قوانین کے مطابق مقبوضہ علاقوں کی زمینی ہیت میں کوئی بھی رد و بدل غیر قانونی ہے۔ تاہم مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں یہودی آبادکاری کے عمل کو روکنے کے بارے میں سوچنا کسی بھی اسرائیلی حکومت کے لیے خودکشی کے برابر ہے۔

خود اسرائیلیوں کی اکثریت کا جھکاؤ بھی مشرقی یورپ سے یہودیوں کی مسلسل آمد کے سبب وقت کے ساتھ ساتھ بائیں بازو کے بجائے دائیں بازو کی جانب ہوتا چلا گیا۔

اس کا ایک ثبوت 1995ء میں لیبر وزیرِ اعظم ایتزاک رابین کا ایک یہودی انتہا پسند کے ہاتھوں قتل ہے۔ کیونکہ قاتل فلسطینیوں سے امن سمجھوتہ کرنے والے رابین کو قوم کا غدار سمجھتا تھا۔ لیخود اور دیگر مذہبی جماعتیں اور اسرائیلی آبادکار تنظیمیں بھی قائل ہیں کہ فلسطینیوں کو ایک انچ زمین بھی واپس کرنا غداری ہے۔ بلکہ فلسطینیوں نے اس زمین پر قبضہ کر رکھا ہے جو دراصل ہماری ملکیت ہے۔

اس پس منظر میں مٹھی بھر اسرائیلی صاحب الرائے خبردار کرتے رہتے ہیں کہ اپنے ہی سحر میں مبتلا ہو کے آنکھیں بند کیے توسیع پسندی اور مسلسل جابرانہ پالیسیوں پر چلتے چلتے ایک دن اسرائیل اپنی تمام تر طاقت کے ساتھ گہری کھائی میں جا گرے گا۔ عربوں کے پاس تو زمین چھننے کے باوجود آس پاس رہنے کی جگہ ہوگی مگر اسرائیلی یہاں سے کہاں جائیں گے؟

اسرائیلی بحریہ کے ایک سابق کمانڈر انچیف اور 1995ء تا 2000ء داخلی سلامتی کے ذمے دار ادارے شن بیت کے سربراہ ایمی عائلون ریٹائرمنٹ کے بعد سے موجودہ اسرائیلی پالیسیوں کے سرکردہ ناقدوں میں شمار ہوتے ہیں۔ انھوں نے اکتوبر 2019ء میں شکاگو میں امریکی یہودیوں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا، ''ہم اسرائیل کے اندر ایک ایسے ماحول میں رہتے ہیں جو اردگرد کے معروضی حالات کو شفاف انداز میں دیکھنے سے قاصر ہے۔ فاصلے سے چیزیں زیادہ واضح نظر آتی ہیں۔ لہٰذا آپ (امریکی یہودی) پر بطور اسرائیل کے مخلص حمائیتیوں کے یہ ذمے داری بھی عائد ہوتی ہے کہ اسرائیلی قیادت کو برابر ان خطرات سے آگاہ کرتے رہیں جو آپ یہاں بیٹھ کے بہتر طور پر دیکھ سکتے ہیں۔

کیا آپ کو نہیں لگتا کہ اگر اسرائیلی اسٹیبلشمنٹ اپنی توسیع پسندانہ پالیسیوں کو آنکھیں بند کر کے آگے بڑھاتی رہی اور ایک آزاد و خود مختار فلسطینی ریاست کی راہ میں رکاوٹ بنی رہی تو کبھی دشمنی و مخاصمت سے چھٹکارا ملے گا اور نہ ہی اسرائیل کو سکون نصیب ہوگا۔

ایک وقت ایسا آئے گا کہ اسرائیل انہی پالیسیوں کے بوجھ سے زمیں بوس ہو جائے گا۔ ایک نسلی و مقامی گروہ (فلسطینی) کو مسلسل دبا کے رکھنا اسرائیلی بقا اور اس کی جمہوریت کے لیے سنگین ترین خطرہ ہے۔ یہ پالیسی نہ صرف ہمیں علاقائی و بین الاقوامی طور پر بتدریج تنہا کر دے گی بلکہ عالمی سطح پر یہود دشمنی کو مزید بڑھائے گی۔

ہم نے اب تک بے مثال کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ مثلاً متعدد عرب ممالک بشمول پی ایل او ہمارا وجود تسلیم کر چکے ہیں اور عرب لیگ کے دیگر ارکان بھی ہمیں 1967ء سے پہلے کی سرحدوں کے اندر تسلیم کرنے پر تیار ہیں۔ ہم نے 1979ء میں مصر سے اور 1994ء میں اردن سے امن سمجھوتہ کیا۔ فلسطینی اتھارٹی ہم سے مکمل تعاون کر رہی ہے۔ مگر ہم ہیں کہ مسلسل مقبوضہ علاقوں میں آبادکار بستیاں بڑھائے چلے جا رہے ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ ہمارا رویہ اور سخت ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اگر ہم نے جلد راستہ نہ بدلا تو آگے اندھیرا ہے اور وقت تیزی سے گزر رہا ہے۔''

سرکردہ اسرائیلی مصنف اور صحافی آری شاویت کے بقول ''صرف انسان ہی نہیں بعض اوقات ریاستیں بھی خودکشی کر لیتی ہیں۔ بطور اسرائیلی بچپن سے مجھے خوف کی گھٹی پلائی گئی۔ یعنی اگر ہم نے آنکھیں کھلی نہ رکھیں تو ہمارے وحشی ہمسائے تکا بوٹی کر دیں گے اور آگے بس سمندر ہے وغیرہ وغیرہ۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا امن سمجھوتوں کے باوجود خوف کم ہونے کے بجائے بڑھتا گیا۔ ہمیں اپنی تعداد ہمیشہ کم لگی اور ہم اسے بڑھاتے چلے گئے۔

اگر ہم نے اب بھی کچھ دیر تھم کر تنقیدی جائزہ لینے کا آخری موقع بھی گنوا دیا تو 2025ء تک مقبوضہ علاقوں میں یہودی آبادکاروں کی تعداد ساڑھے سات لاکھ ہو جائے گی۔ پھر یہ ممکن ہی نہ ہوگا کہ اتنی زمین بچ جائے جس پر ایک قابلِ عمل فلسطینی ریاست بن سکے۔ پھر ہماری بقا کی دو ہی صورتیں ہوں گی۔ یا تو ہم ایک خالص اپارتھائیڈ ریاست بن جائیں اور جمہوریت کو الوداع کہہ دیں یا پھر ایک دو قومی ریاست بن جائیں۔

دوسری صورت میں ایک وقت ایسا آئے گا کہ اسرائیل میں عرب اکثریت میں ہوں گے اور پھر ہمیں وہی جمہوریت بری طرح کاٹے گی جس کو آج ہم اپنے سینے کا تمغہ بنائے پھرتے ہیں۔ یہ وقت آنے سے بہتر ہے کہ ابھی ہم دو قومی ریاست کا فارمولا دل سے مان لیں۔ جب دونوں ممالک کی اقتصادیات آپس میں جڑیں گی تو پشتینی دشمنی کا زہر بھی کم ہوتا چلا جائے گا۔ باقی سب راستے تباہی کی طرف جاتے ہیں''۔

سابق اسرائیلی وزیرِ خارجہ آنجہانی ابا ایبان کا مقولہ ہے: ''اسرائیل نے کبھی بھی موقع ہاتھ سے جانے کا موقع ضائع نہیں کیا۔'' (بشکریہ روزنامہ ایکسپریس، 9 دسمبر 2023ء)

How international law is used to cover up Israeli settler-colonialism

Shahd Hammouri

(Lecturer in International Law at the University of Kent)

"On October 7, Israel announced it was "at war". The Israeli government declared it was launching a "large-scale operation to defend Israeli civilians". Two days later, its defence minister, Yoav Gallant, announced a full blockade of Gaza, cutting off supplies of electricity, fuel, water and food; "We are fighting human animals," he said. Since then, more than 18,500 Palestinians have been killed by Israeli bombardment of the Gaza strip, more than a third of them children. More than 1.7 million people have been displaced within the enclave, with civilians having no safe zone to flee to.

Amid this death and destruction, the dominant narrative in Western media and political circles has been that this is "a war", Israel has the "right to defend itself "against "terrorism", and the Palestinian plight is a "humanitarian" issue. This framing of what is going on – backed with language borrowed from international law – completely distorts the reality on the ground. Everything that is happening now in Israel-Palestine is taking place within the context of colonization, occupation and apartheid, which according to international law, are illegal. Israel is a colonizing power and the Palestinians are the colonized indigenous population. Any reference to international law that does not recall these circumstances is a distortion of the story. The status of Israel as a colonizing state was clear in the early days of the United Nations. It is notable that much of the peculiarity of the case of Palestine, and in turn, its susceptibility to misrepresentation and manipulation, is that it was colonized at the moment when mass-colonization of the Global South was theoretically ending. For example, the representative of the Jewish Agency, Ayel Weizman, one of the main actors in enabling the Zionist project, described what was happening at that time as Jewish "colonization of Palestine" during the hearings of the UN Special Committee on Palestine in 1947, as the recognition of the state of Israel was being deliberated. Resolutions issued by the UN General Assembly during the 1950s-1970s tended to couple Palestine with other colonized nations. For example, Resolution 3070 of 1973 declared that the UNGA "Condemns all Governments which do not recognize the right to self-determination and independence of peoples, notably the peoples of Africa still under colonial domination and the Palestinian people". Similarly, the case of Palestine was also portrayed as a close relative to the case of apartheid South Africa. For example, Resolution 2787 of 1971 said that the General Assembly "confirms the legality of the people's struggle for self-determination and liberation from colonial and foreign domination and alien subjugation, notably in southern Africa and in particular that of the peoples of Zimbabwe, Namibia, Angola, Mozambique and Guinea [Bissau], as well as of the Palestinian people by all available means consistent with the Charter of the United Nations".

Following the 1967 war, Israel's occupation of the West Bank, East Jerusalem, Gaza, the Sinai Peninsula and the Golan Heights, prompted the UN Security Council Resolution 242, which in its preamble emphasized "the inadmissibility of the acquisition of territory by war" and called for the "withdrawal of Israel armed forces from territories occupied in the recent conflict". However, the resolutions' deliberate ambiguity in referring to "territories occupied" in the English version of the text, has been used by Israel to justify its occupation and annexation for over half a century. It also paved the way for Israel to start building settlements – something Francesca Albanese, the UN Special Rapporteur on the situation of human rights in the Palestinian territories, defined in her report A/77/356 as "colonizing" the West Bank. The context of colonization and occupation was

brushed to the side with the signing of the Oslo Accords in 1993, which was presented to the international agreement as a "peace agreement" that put an end to the "Palestinian-Israeli conflict". It, of course, did no such thing. The oppression and dispossession of the Palestinian people at the hands of their Israeli colonizers continued. Removing the context of colonization and occupation has facilitated the portrayal of Palestinians as exclusively being one of two categories: "victims" of a humanitarian crisis or "terrorists". On the one hand, framing the plight of the Palestinians as a humanitarian concern covers up its root causes. As multiple UN and rights organizations reports have pointed out, the Israeli occupation and apartheid have devastated the Palestinian economy and pushed Palestinians into poverty. The focus on the humanitarian element perpetuates aid dependency and sidelines demands for accountability and reparations. On the other hand, the narrative that presents Palestinians as "terrorists" obfuscates the reality that the Israeli army's goal has always been the eradication of the "Palestinian problem" by any means possible, including ethnic cleansing, subjugation, and displacement. It also denies the Palestinian people the right to resist, which is outlined in international law.

The Universal Declaration of Human Rights stresses in its preamble that "it is essential, if man is not to be compelled to have recourse, as a last resort, to rebellion against tyranny and oppression, that human rights should be protected by the rule of law". In effect, this means that rebellion against tyranny and oppression when human rights are not protected is acceptable. Similarly, many UN General Assembly resolutions from the 1950s-1970s, the First Protocol of the Geneva Conventions, and the case law of the International Court of Justice, provide evidence for the legitimacy of peoples' struggle by all means at their disposal in the exercise of self-determination.

Of course, as they resist in whichever form, Palestinians are bound by the rules of the conduct of hostilities in international humanitarian law. The denial of the right to resist for the Palestinians goes hand-in-hand with Israel and its allies constantly evoking the Israeli "right to defend itself". But Article 51 of the UN Charter, which legitimizes the use of force in the name of self-defense, cannot be invoked when the threat emanates from within an occupied territory.

The International Court of Justice re-affirmed this principle in its advisory opinion on the Legal Consequences of the Construction of a Wall in the Occupied Palestinian Territory (2004). It is important to point out that even though Israel unilaterally withdrew its soldiers and settlements from Gaza in 2005, it still exercises effective control over the territory. This reality has been blatantly apparent over the last two months as Israel has resorted to cutting off food, water, medical supplies, electricity and fuel – all essential for the existence of the population of Gaza. According to international humanitarian law, Gaza is occupied by Israel and the latter cannot claim self-defense as a legitimate reason for its aggression against a threat that emanates from within a territory it has effective control over. In this sense, Israel is perpetrating war crimes, crimes against humanity, and the crime of genocide in Gaza not in the context of "self-defense", but of occupation. The Israeli army has undertaken the indiscriminate and disproportionate use of explosive weapons, forced displacement of over 1.7 million people in Gaza, the cutting off of fuel, electricity, food, water and medical supplies, amounting to collective punishment.

Unfortunately, these crimes are not an anomaly, but a part of the continued systemic violence inflicted by Israel on the Palestinian people over the past 75 years. In trying to justify the shocking civilian death toll in Gaza, Israel and its supporters have frequently evoked the laws of war, throwing around terms like "human shields" and "proportionality".

It is, therefore, not surprising that as Israel is exterminating Palestinians in Gaza and the West Bank, the mainstream international legal reaction has reflected a continuing colonial attitude which disregards distortions and misrepresentations and refuses to call things by their name – settler colonialism, resistance, and the people's right of self-determination.

Courtesy: *https://www.aljazeera.com/*

Vol: 32 Regd. No. C.P.L NO.114 No.48

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore